PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہنامہ

ارمغان

ولی اللہ

جلد ۲۸ شمارہ ۵ مئی ۲۰۲۰ء مطابق رمضان ۱۴۴۱ھ

سر پرست :
حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی

مدیـــــر
وصی سلیمان ندوی

مجلس مشاورت
☆ مولانا محمد طاہر ندوی
☆ مولانا محمد اقبال قاسمی
☆ مفتی محمد ہارون مظاہری

پتـــــہ
دفتــــر ارمغـــــان
پُھلت ضلع مظفر نگر
Phulat, Distt. Muzaffar Nagar
251201 (U.P.) INDIA
Mob : +91-7060450315
9359774316 , 9412411876
e-mail : arm313@gmail.com
armuganphulat@yahoo.com
Website: www.armughan.net

ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں
ہر قسم کی چارہ جوئی کیلئے مظفر نگر کی عدالت سے رجوع کیا جائے

سرکولیشن انچارج: محمّد حنیف قاسمی
سرکولیشن منیجر : عبدالقدیر انصاری
مشیر اعزازی: ایوب بھائی بارڈولی والے

چیف رپورٹر : محمد ادریس قریشی
مشیر قانونی : امجد علی ایڈوکیٹ
موبائیل : 9897354040

زرتعاون

❖ فی شمارہ 25روپے ❖ سالانہ 300روپے ❖ سالانہ رجسٹرڈ ڈاک سے 500روپے
❖ اعزازی تعاون 1000روپے ❖ بیرونی ممالک سے 30امریکی ڈالر ❖ لائف ممبر شپ 8000روپے (برائے ۲۰ سال)

پرنٹر پبلشر محمد ادریس قریشی نے ڈیلکس پریس راج مارکیٹ مظفر نگر سے چھپوا کر جمعیت شاہ ولی اللہ کیلئے پھلت ضلع مظفر نگر سے شائع کیا
(مدیر: وصی سلیمان ندوی)

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فہرس

☆	(اداریہ)	وصی سلیمان ندوی	۴
☆	دعوت کی روشنی سے کفر کے اندھیرے دور کریں	مولانا محمد کلیم صدیقی	۶
☆	ماہ رمضان (نظم)	مولانا فضیل احمد ناصری	۱۱
☆	آمد فصل بہار	مولانا خالد سیف اللہ رحمانی	۱۲
☆	زکوۃ واجب ہے!	مولانا نجیب قاسمی سنبھلی	۱۴
☆	شب قدر، مغفرت ونجات کی رات	مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی	۱۷
☆	نعت شریف	حفیظ محمود بلند شہری	۲۰
☆	ماہ رمضان، خصائص وامتیازات	مولانا رفیع الدین حنیف قاسمی	۲۱
☆	نسیم ہدایت کے جھونکے (انٹرویو)	مولانا احمد اواہ ندوی	۲۳
☆	ڈاکٹر عبادالرحمٰن نشاط سے ایک انٹرویو	انٹرویو نگار: فتح محمد ندوی	۳۰
☆	مولانا ناصر علی ندوی	مولانا طارق شفیق ندوی	۳۵
☆	قاضی شہاب الدین دولت آبادی	مولانا مطیع الرحمٰن عوف ندوی	۳۷
☆	مولانا حکیم خلیل الرحمٰن صاحبؒ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۳۹
☆	شیخ الحدیث مولانا وسیم احمد سنسارپوری	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۱

اس دائرہ میں سرخ نشان اس بات کی علامت ہے کہ آپ کی خریداری کی مدت **مئی** سے ختم ہورہی ہے، رسالہ کو مسلسل جاری رکھنے کے لئے دفتر کو اطلاع دیں یا فوراً رقم ارسال فرمائیں۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

فہرس

☆	حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کی اہلیہ محترمہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۲
☆	حاجی عبدالمقیط انجینئر کی وفات	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۳
☆	مولانا احمد حسین پٹنی گجراتی کا حادثہ وفات	مولانا محمد کلیم صدیقی	۴۴
گوشہ حضرت مولانا عبد الرحیم فلاحی			
	مولانا عبدالرحیم فلاحیؒ	حضرت مولانا غلام محمد وستانوی	۴۵
☆	میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا	مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی	۴۶
☆	ایک عظیم استاد و مربی	مولانا محمد حذیفہ وستانوی	۴۹
☆	میرے پیارے بابا جان!	بنت فلاحی	۵۱
☆	عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا	مولانا افتخار احمد قاسمی بستوی	۵۲
☆	مولانا عبدالرحیم فلاحی اور حفظ حدیث	جناب مبارک صدیقی	۵۴
☆	خبروں کی دنیا	محمد ادریس ولی اللہی	۶۰
☆	فقہی مسائل	مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی	۶۱
☆	آخری صفحہ	مولانا محمد کلیم صدیقی	۶۳

ماہنامہ ارمغان مئی 2020 کا یہ شمارہ کورونا کی عالم گیر وبا کے زمانہ میں فی الحال صرف آن لائن بھیجا جا رہا ہے۔ اس دوران ہندوستانی ملت اسلامیہ کی کچھ اہم شخصیات کا حادثہ وفات پیش آیا، اپنے قارئین کو ان کی دینی دعوتی خدمات سے باخبر رکھنے اور ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کے لئے اس ماہ میں کئی تعزیتی مضامین شامل اشاعت کئے گئے ہیں، خاص طور پر حضرت مولانا عبدالرحیم فلاحیؒ ناظم تعلیمات جامعہ اسلامیہ اکل کوا کی شخصیت اور خدمات کے لئے ایک گوشہ مخصوص کیا گیا ہے۔

..........مدیر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اداریہ

رمضان المبارک امتحاں ہے ترے ایثار کا خودداری کا

اللہ تعالی کی بے پناہ عنایتوں اور نوازشوں کا موسم بہار، رمضان المبارک امسال ایسے وقت ہمارے دروازوں پر دستک دے رہا ہے، جب پوری انسانیت زار ونزار ہے، اور کرونا وائرس (Covid-19) کے خوف و دہشت میں مبتلا ہے، اور مسلمان خاص طور پر ذہنی اور دماغی کلفت میں گرفتار ہیں، مسجدوں کی رونق معدوم ہے، افطاری کا مزا پھیکا ہے، تراویح کے جمگھٹے نہیں ہیں، لوگوں کو عام طور پر انفرادی نماز پڑھنی پڑ رہی ہے، تراویح بھی حسب توفیق گھروں میں قائم ہورہی ہیں، گھر خاندان بکھرے ہوئے ہیں، بہت سارے لوگوں کے اعزاء واقرباء اور اہل خاندان دوسرے شہروں میں پھنسے ہوئے ہیں، اور ایک دوسرے کی جدائی کا غم جھیل رہے ہیں، ان حالات میں اس سال کا یہ رمضان ایک کڑی آزمائش کی طرح ہے۔

لیکن اسی کے ساتھ ایک مسلمان کی شناخت یہ ہے کہ اس کے یہاں مایوسی اور قنوطیت کی ہمت افزائی نہیں ہے، وہ امید پرست، اور مثبت سوچ کا حامل ہوتا ہے، اور ہر حال میں غم کو خوشی بنانے اور امیدوں کے چراغ روشن رکھنے کی کوشش کرتا ہے، بے چینی اور مشکلات سے بھر پور ان ایام کو، ہم اس طرح بھی محسوس کر سکتے ہیں کہ اس سے پہلے بچے اسکول جانے کا بہانہ کر کے، طلباء کالج کا نام لے کر، مزدور محنت ومزدوری کی مشقت کے خوف سے روزے چھوڑ دیتے تھے، اس سال ان تمام طبقات کے لئے یہ بہترین موقع ہے کہ بغیر کسی عذر کے رمضان کے مکمل روزوں کا اہتمام کر سکیں اور اس ماہ مبارک کا حق ادا کر دیں، شہروں میں ہماری نئی نسل اور نوجوان سڑکوں اور چوراہوں پر آوارہ گردی، یا ہوٹل بازی میں مصروف دکھائی دیتے تھے، اس سال وہ مجبوراً اس طرح کی فضولیات سے محفوظ ہیں، اب وہ اپنا وقت نیکی کے کاموں، اور گھر کے اندرونی اخلاقی اور روحانی نظام کو بہتر بنانے پر صرف کر سکتے ہیں، اسی طرح دوکان دار اور ملازمت پیشہ لوگ عموما تلاوت قرآن کے اہتمام سے محروم رہتے تھے، اب ان کے پاس وقت ہی وقت ہے، وہ اس بار اپنے اوقات کو پورا پورا وصول کر سکتے ہیں، اور ذکر وتلاوت، دعاء ومناجات اور نوافل ونماز کے اپنے شوق پورے کر سکتے ہیں ہم سب مل کر افطاری کی تیاری کے نام پر گھر کی خواتین کا ہاتھ بٹا کر ان کی مصروفیت میں کمی کر کے اس طبقہ کو بھی مزید عبادات اور اعمال صالحہ انجام دینے کا موقع دے سکتے ہیں۔ اپنی مصروفیات کے باعث بہت سے لوگ تراویح کا پورا اہتمام نہیں کر پاتے تھے، اب وہ اپنے ہی گھر میں قید ہیں، یہاں رہتے ہوئے اپنے اہل خانہ کے ساتھ مکمل تراویح کا اہتمام کر سکتے ہیں۔ اس طرح ہم ان مشکل ایام کو بھی اپنے لئے فال نیک سمجھ کر ان اوقات کو حصول خیر کا ذریعہ بنا سکتے ہیں۔

اس وقت کورونا کے نام پر مسلمانوں کو نشانہ بنایا جا رہا ہے، اور اس کا سارا نزلہ مسلمانوں کی ایک جماعت پر اتارنے کی

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کوشش کی جارہی ہے،اسی طرح ایک مدت سے ہمارے ملک میں دینی مدارس خاص طور پرزدمیں ہیں،ان کوسبوتاژ کرنے،ان کا فیض کم کرنے بلکہ ان کوختم کرنے کی مسلسل کوششیں جاری ہیں،مدارس کی مالی فراہمی کے دو بنیادی ذرائع رہے ہیں،رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی رقم کی وصول یابی،اور بقرعید کے موقع پر چرم قربانی کی وصولی،مدارس کی تقریبا پچیس فیصد آمدنی چرم قربانی کے ذریعہ پوری کی جاتی تھی،اوراس سے مدارس کو بڑا سہارا ملتا تھا،اور بقیہ اخراجات رمضان المبارک میں زکوٰۃ کی وصول یابی سے پورے کرلئے جاتے تھے۔ہمیں معلوم ہے کہ پچھلے کئی سالوں سے ذبیحہ پر خاص طرح کی پابندی عائد کرکے مدارس کی اس آمدنی کو بالکل ختم کردیا گیا ہے،جب کہ ملک میں چمڑے کی صنعت بدستور ترقی پذیر ہے،اور ہمارا ملک چمڑے کی پیداوار میں دنیا بھر میں دسویں نمبر پر موجود ہے۔اس طرح ذبیحہ پر پابندی کا زیادہ نقصان دینی مدارس کواٹھانا پڑا،اب کورونا کی زدمیں جہاں پورا ملک معاشی بدحالی کی طرف جارہاہے،اورعوام کی ایک بڑی تعداد کے سامنے نان شبینہ کا مسئلہ پیدا ہوگیا ہے۔وہاں دینی مدارس بھی پوری شدت کے ساتھ اس کی زد پر ہیں اور مدارس کی بچی کھچی آمدنی کا یہ ذریعہ بھی ختم ہوتا جارہا ہے۔

”یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ مسلمانوں کے لئے اپنی آئندہ نسلوں کواسلام پر باقی رکھنے اوران کوذہنی،فکری بلکہ کلی ارتداد سے بچائے رکھنے کا اس کے علاوہ کوئی راستہ نہیں کہ ٹھوس بنیادوں پران کی ابتدائی دینی تعلیم کا نظم کیا جائے۔

یہ گمان کہ دینی تعلیم سے محروم رہ کرآئندہ نسلیں اسلام پر باقی رہ سکیں گی خیال عبث ہے،بلکہ دینی تعلیم سے محروم بچوں کے آئندہ زمانہ میں اسلام سے نکل جانے کا خطرہ یقینی ہے،اس لحاظ سے ہندوستان میں دینی اداروں کی حیثیت بڑی اہمیت کی حامل ہے۔اب اس حقیقت کوساری اسلام مخالف طاقتیں بھی بھانپ گئی ہیں اسی لئے مدارس اسلامیہ کا وجودان کی نگاہوں میں کانٹے کی طرح کھٹکنے لگا ہے۔اور پوری دنیا کی اسلام دشمن طاقتیں اب اس بات پر متفق ہوگئی ہیں کہ مسلمانوں کواسلامی تشخص اوران کی تہذیب و مذہب پر باقی رکھنے کا واحد ذریعہ دینی مدارس ہیں۔اس کے بعد ہمارے لئے مدارس کی اہمیت سمجھنے کیلئے اور کسی دلیل کی گنجائش نہیں ہے۔“

اس بار حالات ہر طرح سے سنگین ہیں،مدارس کی فضا اور زیادہ تشویشناک ہے،پچھلے سالوں میں رمضان المبارک کی آمدنی ہی مدارس کے لیے سب سے بڑا ذریعہ آمدنی تھا،اوراسی کے بھروسہ پر ارباب مدارس مستقبل کے منصوبے بناتے اوراس کے خاکوں میں رنگ بھرتے تھے،اب راستے بند ہیں،سفر کے امکانات نہیں ہیں،اہل خیر حضرات خود ذہنی طور پر پریشان ہیں،تو چندہ کیسے ہو!اورآمدنی کے لئے کیا کریں۔اس اب فراخ دل مسلمانوں،اورارباب خیر کی ذمہ داری پہلے سے زیادہ ہے کہ وہ فوری طور پر پریشان حال مسلمانوں،اور مشکلات ومسائل میں الجھی ہوئی اپنی قوم کی دادرسی،اور دست گیری بھی کریں،وہیں وہ مدارس کی شکل میں قائم دین کے ان قلعوں کے لئے بھی اپنا دست تعاون بڑھائیں،اور ماہ مبارک میں ان کے سلسلہ میں اپنی سی کسی کوشش سے دریغ نہ کریں۔اب جب کہ اکثر کاروبار آن لائن بینکنگ،اورمنی ٹرانسفر کے ذریعہ انجام پارہے ہیں،وقتی طور پر یہ کیا جاسکتا ہے کہ اپنے متعلق مدارس کا اکاؤنٹ نمبر حاصل کرکے ان میں زکوٰۃ کی رقم ٹرانسفر کی جائے،اوراہل مدرسہ کواس کی اطلاع کرکے اس کی رسید بنوالی جائے۔ایسا بھی کیا جاسکتا ہے کہ اہل خیر حضرات مدارس کواطلاع کرکے ان کے حصہ کی کافی رقم بچا کررکھ لیں،اورلاک ڈاؤن کے بعدان کے حوالہ کردیں۔

وصی سلیمان ندوی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آئیے! دعوت کی روشنی سے، کفر کے اندھیرے دور کریں

ملک کے موجودہ حالات کے پس منظر میں مولانا محمد کلیم صدیقی کا فکر انگیز خطاب

[تیسری اور آخری قسط]

آپ نے نسیم ہدایت میں پڑھا ہوں گا کہ ایک ڈیوڈ پادری تھے جنہوں نے کئی لوگوں کو عیسائی بنایا تھا، جس میں مسلمان تھے اور دوسرے قوم کے لوگ بھی تھے، جن میں ایک ڈاکٹر صاحب شاید ''دیوریا'' میں تھے، تو وہ ان کے پاس پہنچے ان کا کلینک بہت چلتا تھا، پادری صاحب کہنے لگے کہ مجھے آپ سے عیسائیت پر بات کرنی ہے، انہوں نے کہا کہ آپ مجھے یہ بتائے کہ آپ مجھے یہ بات اس لئے بتا رہے ہیں کہ آپ اس مشن کے ملازم ہیں یا میری خیر خواہی میں بتا رہے ہیں؟ انہوں نے کہا میں آپ کی خیر خواہی میں بتا رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہاں پر آپ سے بات کرنا تو بہت مشکل ہے آپ دیکھ رہے ہیں کہ یہاں کتنی بھیڑ ہے، کیا آپ ایسا نہیں کر سکتے کہ کلینک کے بعد آپ مجھ سے مل لیں ،یا میرے گھر آجائیں، ہم لوگ ناشتہ پر اس سے متعلق بات کر لیں گے؟ انہوں نے کہا: ٹھیک ہے میں آپ کے گھر آجاؤں گا ،مقررہ وقت پر بات شروع ہوئی، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کل جو آپ نے بات کہی تھی وہ اپنے شعور سے کہی تھی یا یوں ہی کہہ دی تھی ،یا آپ کا کوئی سیاسی پس منظر تھا کہ جتنے زیادہ ووٹ بڑھیں گے اتنا زیادہ آپ کا اثر ورسوخ بڑھے گا، یا میرا حق سمجھ کر میرے پاس عیسائیت کی دعوت دینے آئے تھے؟ انہوں نے کہا کہ سو فی صد صرف آپ کا حق سمجھ کر آپ کے پاس آیا تھا۔ انہوں نے کہا کہ آپ عیسیٰ کی قسم کھا کر کہیں۔ انہوں نے کہا کہ میں عیسیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں صرف آپ کی خیر خواہی میں آپ کے پاس آیا ہوں، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں آپ کا بہت مشکور ہوں کہ اس زمانہ میں آپ میری خیر خواہی میں آئے، میں کن الفاظ سے آپ کا شکریہ ادا کروں، ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ پہلے ہم ایک کام کرتے ہیں کہ اللہ سے تین روز تک دعا کرتے ہیں کہ اے اللہ ہم دونوں میں سے جو حق پر ہے اس پر ہم دونوں کو جما دیجئے، کیا آپ یہ دعا کریں گے؟ انہوں نے کہا ضرور کریں گے، ڈاکٹر صاحب نے کہا ہم دونوں تین دن بعد پھر سے ملاقات کریں گے، پہلے روزانہ ایک گھنٹہ میں آپ کی بات سنوں اور پھر میں آپ کو اسلام کے بارے ایک گھنٹہ بتاؤں گا، اگر ہم دونوں عیسائیت پر مطمئن ہو گئے تو ہم عیسائیت قبول کر لیں گے، اور اگر اسلام پر مطمئن ہو گئے تو اسلام قبول کر لیں گے۔ انھوں نے کہا ٹھیک ہے یہ میرا وعدہ ہے، اور ایک اگریمنٹ لکھ لیں۔ تین دن کے بعد جب ملاقات ہوئی تو پوچھا کہ آپ نے کیا دعا کی؟ انہوں نے کہا کہ میں نے خدا سے یہ دعا کی کہ اے خدا! میں ڈاکٹر صاحب کو عیسائیت کی دعوت دینے آیا ہوں ان کو اس پر جما دیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ یہ تو اگریمنٹ کے خلاف ہے، میں آپ کی بات نہیں سنوں گا۔ آج جائیے اور ایسے دعا کریں کہ اے مالک ہم دونوں میں سے جو حق پر ہو اس پر ہم دونوں کو جما دیجئے۔ اگلے روز پھر جب وہ آئے تو ان سے پوچھا سچ بتاؤ کیا دعا کی؟ انہوں نے کہا: سچ بتاؤں، میں نے یہ دعا کی کہ اے مالک جو سچ ہے اس پر مجھے جما دیجئے۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ آپ نے اپنے لئے دعا کی میرے لئے دعا کیوں نہیں کی؟ میں آج بھی آپ کی بات نہیں سنوں گا۔ پھر سے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

تیسری مرتبہ دعا کیجیے؟ وہ پھر گئے اور دعا کی کہ اے مالک جو دین حق ہے اس پر ہم دونوں کو جما دیجیے۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے ان کی بات سنی، تو ڈاکٹر صاحب کہنے لگے کہ کوئی اشکال آئے تو میں آپ کو بیچ میں کہوں یا لکھ کر رکھ لوں، انہوں نے کہا کہ نہیں نہیں آپ درمیان میں بھی بتا سکتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ باطل تو باطل ہی ہے، باطل پر انسان کا دل مطمئن ہی نہیں ہوتا، یہ جو مائیکل جیکسن ہیں ان کے بھائی تھے جیری جیکسن، مائیکل جیکسن نے تو اسلام قبول کرلیا تھا، ان سے پہلے جیری جیکسن نے اسلام قبول کیا تھا، پھر انہوں نے مائیکل جیکسن پر کام کیا تو وہ بھی مسلمان ہوئے، یہ بہت بڑے رائٹر اور ناول نگار بھی تھے، یہ جب سعودی عرب گئے تو ایئرپورٹ پر جب پہنچے، تو سعودی بچے آٹوگراف لینے آگئے، جب یہ آٹوگراف دے رہے تھے تو انہوں نے بچوں سے پوچھا کہ آپ لوگ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں، اور بچوں کی فطرت ہوتی ہے کہ فوراً سوال کرتے ہیں، تو انہوں نے کہا کہ آپ کون ہیں؟ انہوں نے کہا کہ میں کرسچین ہوں، بچوں نے کہا کہ آپ اسلام کے بارے میں کچھ جانتے ہیں؟ انہوں نے کہا: نہیں میں نے اسلام کے بارے میں تو کچھ پڑھا نہیں۔ بچوں نے کہا: تو پھر ہم آپ سے آٹوگراف نہیں لیں گے، کیا آپ اس لائق ہیں، بچوں نے اپنی ڈائریاں واپس لے لیں، جیری جیکسن کو خیال آیا کہ جتنے اعتماد سے انہوں نے کہا کہ ''ہم مسلمان ہیں'' اتنے اعتماد سے میں نہیں کہہ سکا کہ ''میں عیسائی ہوں'' اور جب انہوں کہا کہ آپ اسلام کے بارے میں نہیں جانتے تو انہوں نے اپنی ڈائریاں واپس لے لیں، ضرور اسلام میں سچائی ہے، پھر انہوں نے اسلام کو پڑھنا شروع کیا، صدیق صاحب جو ایک اسلامک سینٹر چلاتے ہیں وہ ان کے پاس جاتے اور ان سے اسلام کے بارے میں جانتے، پھر جا کر اسلام قبول کیا۔ سچ صرف اسلام ہے آپ دیکھیں گے اگر کوئی بڑا پادری آپ کو عیسائیت کی دعوت دے رہا ہو، جو اپنے مشن کا بڑا آدمی ہو، تو اگر آپ کو ذرا بھی شعور ہو تو آپ دیکھیں گے کہ جب وہ عیسائیت کی دعوت دے گا تو اس کو اس پر اعتماد نہیں ہوگا، یہ جو تین خداؤں کا تصور ہے عیسائی لوگ آج تک اس کو سمجھ نہیں سکے، وہ ایسا گورکھ دھندا ہے، ایک تین ہے، تین ایک ہے، اس کی ایسی ایسی تشریحات کی گئی ہیں جو روز بدلتی رہتی ہیں، اور لوگ آج تک اس کو سمجھ نہیں سکے۔

خیر جب پادری صاحب نے ڈاکٹر صاحب کو عیسائیت کے بارے میں بتانا شروع کیا، تو ڈاکٹر صاحب نے بیچ میں وہ سوالات جوان کے ذہن میں آرہے تھے ان سے کرنا شروع کئے، پادری صاحب تو پہلے ہی سے تشویش میں تھے اور جب سامنے والا اس سے متعلق کوئی سوال کر دے تو اور تشویش میں پڑ جاتا ہے، انہوں نے ان سے ۹؍دن بات کی اور جب دسواں دن آیا تو پہلے ہی دس پندرہ منٹ میں انہوں نے کہا کہ میں اپنی بات پوری کر چکا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ میں آج ہی سے اپنی بات شروع کروں یا کل سے آپ میری بات سننا چاہیں گے؟ انھوں نے کہا: آج ہی سے شروع کر دیجیے، دوسرے دن بات کرنا شروع کی تھی، ابھی دس بارہ منٹ بھی نہیں ہوئے تھے کہ پادری صاحب نے کہا: سچ بات کہوں ڈاکٹر صاحب کہ آپ نے تو مجھے دعوت دیتے ہوئے ہی ہلا دیا، عیسائیت سے تو میں پہلے ہی ٹوٹ گیا تھا اور آپ نے جو بات کہی یہی بات سچ ہے، اسلام ہی سچا مذہب ہے، مجھے بتائیں کہ مجھے کیا کرنا ہے؟ پھر انہوں نے اسلام قبول کر لیا۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے نہ جانے کتنے لوگوں کو عیسائی بنایا تھا جس میں ہندو مسلمان سب شامل تھے، ہندو کا تو ٹھیک ہے، لیکن میں نے کتنے مسلمانوں کو عیسائی بنایا، جب یہ خیال آتا ہے تو دل میں کانٹے کی طرح چبھتا ہے کہ تو کتنے لوگوں کو اللہ کے راستے سے بھٹکانے والا بنا دیا۔

حضرات! اپنی پہچان اور شناخت داعیانہ بنائیے، اور جب آپ کی داعی کی شناخت ہوگی، تو کوئی تمہیں دعوت دینے کی ہمت

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نہیں کر سکے گا، آپ یا تو داعی رہو گے یا مدعو ہو جاؤ گے، ہم جب داعی ہوں گے تو مدعو نہیں ہو سکتے، اس لئے کہ داعی ہمیشہ اقدامی پوزیشن میں رہتا ہے۔ ظاہر ہے جو دوسرے کی D میں کھیلتا ہے، وہ اپنا گول بچاتا ہے، آفینس کو ڈیفینس سے مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور یہ بہت آسان ہوتا ہے، اور ڈیفینس کو آفینس کا مقابلہ کرنا ہوگا تو اقدام والوں کا مقابلہ زیادہ سخت ہوتا ہے دفاع والوں کے مقابلہ میں، میں متعدد قسطوں میں ایک مضمون لکھا تھا جس کا عنوان ہے ''ہر مرض کی دوا ہے صلِّ علیٰ محمدؐ'' جس میں امت کے تمام انفرادی، اجتماعی، سیاسی، تعلیمی، معشیتی تمام مسائل کا حل صرف اس میں بتایا گیا ہے کہ ہم داعی بن جائیں، اور صرف دعوت دیں۔ ہمیں طبیب بنایا گیا ہے اور ساری دنیا کے لوگ ہمارے مریض ہیں، احتجاج ہمارا منصب نہیں ہے، ہمارا منصب علاج کرنا ہے اور علاج یہ ہے کہ ہم توحید کی اس بات کو پورے ملک کے لوگوں تک پہنچائیں اور اس کے لئے کوشش کریں، یہ کام اتنا آسان ہے کہ اگر ہم اپنے آپ کو داعی سمجھ لیں اور دعوت کے لئے کھڑے ہو جائیں، تو موجودہ صورت حال یہ ہے کہ کمیونی کیشن (ملنے جلنے) کی جو دوریاں تھیں، وہ ختم ہو گئی ہیں، اللہ تعالیٰ نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے ہیں کہ اس وقت اگر ہم ذرا سا ہوش سنبھال لیں تو پوی دنیا تک اپنی بات پہنچانا آسان ہو گیا ہے، صلح حدیبیہ کے بعد آپ نے صحابہ سے فرمایا تھا کہ: جاؤ دنیا کے بادشاہوں اور رئیسوں تک اسلام کا پیغام پہنچا دو، آپ نے فرمایا: اے لوگو! میں تمام دنیائے انسانیت کے لئے اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں تا کہ توحید کا پیغام ایک ایک گھر، ایک ایک انسان تک پہنچا دوں اور خبردار تمہاری زندگی اس دین کو ان لوگوں تک پہنچانے کے لئے وقف ہونی چاہئے جن تک نہیں پہنچا ہے، اور آپ نے آخری جملہ اس خطبہ میں یہ فرمایا: جان لو کہ اللہ کی جنت ان لوگوں پر حرام کر دی گئی ہے، جو لوگوں سے معاملات میں لین دین تو کرتے ہیں (ان کی بنی ہوئی اشیاء استعمال کرتے ہیں، ان کے بنائے ہوئے کیمرے استعمال کرتے ہیں، ان کی بنائی ہوئی جانماز استعمال کرتے ہیں، ان کے بنائے ہوئے جہازوں پر حج وعمرہ کا سفر کرتے ہیں) لیکن ان تک دین کی دعوت نہیں پہنچاتے۔ ان لوگوں پر نو انٹری کا بورڈ لگا دیا گیا ہے، جان لو ان لوگوں پر جنت حرام کر دی گئی ہے۔

تجارت کرنے والے تجارت میں کامیابی سمجھ رہے ہیں، سیاست دان سیاست میں کامیابی سمجھ رہے ہیں، جو لوگ غلط طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں وہ اسی میں کامیابی سمجھ رہے ہیں، اسی لئے وہ کوششیں کر رہے ہیں، ایک شخص جس کو کامیابی کی منزل کی تلاش ہے اس کو چلنے سے پہلے یہ طے کرنا پڑے گا کہ میری کامیابی کس لائن میں اور کس راستے میں ہے؟ عقل کی بات ہے کہ مسافر چلنے سے پہلے یہ طے کرے کہ میری کامیابی کس لائن میں ہے، تب جا کر اسے چلنے کی کوشش کرنی چاہئے، دنیا والوں کے نزدیک کامیابی کی اتنی لائنیں ہیں کہ انہیں گننا اور شمار کرنا مشکل ہے، الگ الگ طریقے اور طرز حیات اپنے لئے لوگوں نے طے کر لئے ہیں، تو اس بارے میں عقل کا فتویٰ ہے کہ کسی لائین کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جاننے والے کی رائے معتبر ہوتی ہے، تعمیر کے سلسلے میں بڑا انجینئر جو رائے دے، وہ آخری رائے سمجھی جاتی ہے، مرض کے سلسلے میں بڑا طبیب جو رائے دے وہ معتبر ہوتی ہے، قانون کے سلسلے میں ہندوستان کا چیف جسٹس جو فیصلہ کر دے وہ آخری ہوتا ہے، تو کامیابی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ جاننے والے کی رائے معلوم کرنی پڑے گی، اور ہم سب اللہ کا شکر ہے کہ صاحب ایمان ہیں اور یہ مانتے ہیں کہ کامیابی کے بارے میں سب سے زیادہ باخبر ذات وہ ہے جو کامیابی عطا کرنے والی ہے، تو اس کی رائے جس لائن میں کامیابی کی ہو اسی کو ماننا پڑے گا، اس کے مقابلے میں اگر کوئی بڑے سے بڑا دانشمند بڑے سے بڑا اسکالر کوئی رائے دے، تو اس کی رائے کی اتنی بھی حیثیت نہیں جتنی کہ نالی کے کیڑے کی ہوتی ہے، اور اللہ کا شکر ہے کہ

پی۔ ڈی۔ ایف۔ # محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہمیں اللہ کی رائے لینے کے لئے کہیں جانے کی ضرورت نہیں، اللہ نے ہمیں ایک ابدی منشور عطا کیا ہے، جو قرآن مجید کی شکل میں موجود ہے، اس میں فرمایا گیا ہے کہ: اس میں دلوں کی بیماریوں کا علاج بھی ہے اور کھلی رہنمائی بھی ہے۔ جہاں اٹک جاؤ، وہاں کھول کر دیکھ لو۔ قرآن کامیابی کے بارے میں کیا کہتا ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ

ترجمہ: جو جہنم سے بچالیا گیا، اور جنت میں داخل کر دیا گیا تحقیق وہ کامیاب ہے (سورہ آل عمران: ۱۸۵)

تو کامیابی کا دارومدار جنت میں داخلہ پر ہے، اور پوری انسانیت جنت میں تبھی داخل ہوگی جب ہم ان کو دعوت دیں گے، تو اگر ہم یہ سمجھیں کہ ہم نجات پا جائیں ان کو دعوت دئے بغیر تو ایسا کوئی ضابطہ اور قاعدہ قانون نہیں ہے، ہماری نجات کا بھی انحصار اس پر ہے کہ ہم دعوت کی ذمہ داری ادا کریں، اور ہمارے ایمان کے باقی رہنے کا بھی انحصار اس پر ہے کہ ہم دوسروں کو ایمان کی دعوت دیں اور اللہ کے محبوب بننے کا بھی انحصار اسی بات پر ہے، ضرورت ہے کہ ہم اپنی ذمہ داری کو ادا کریں اور اس کے لئے مسلمانوں میں اس کا شعور پیدا کیا جائے، اوران کو اس کام پر کھڑا کیا جائے کہ وہ اپنے ہم وطن بھائیوں کو بچائیں، ان کو غیر سمجھنے کے بجائے، اپنا مدعو، خونی رشتہ کا بھائی سمجھیں، قرآن نے جو رشتے بتائے ہیں ان کو سامنے رکھ کر، اور اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جو طرز اختیار کیا ہے، ہم اسی جذبہ کے ساتھ اگر دعوت کو پہنچائیں تو یقیناً اس وقت حالات پوری دنیا میں سازگار ہیں۔

جہاں ذرا سی کوشش کی جاتی ہے لوگ آجاتے ہیں، ساری دنیا دوڑی چلی آرہی ہے، ایک بڑی تعداد پس ماندہ لوگوں کی ہے، افریقی کالے لوگ ہیں، کتنی مظلومیت اور اونچ نیچ کی زندگی انہوں نے گزاری ہے، ان کی دنیا بھی ایک طرح سے جہنم ہی ہے، وہاں کوئی دیوانہ چلا جائے تو بس وہ لوگ یہ کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ کھانا کھانے بیٹھو اور کلمہ پڑھوالو، کوئی دعوت دینے کی ضرورت نہیں پڑتی، تھوڑی سی کوشش کی جاتی ہے اور ہزاروں ہزار لوگ اسلام میں آجاتے ہیں، ایک ہم لوگ زامبیا سے ملاوی جارہے تھے، ہمارے جو میزبان تھے ان کے بہنوئی ایک مسجد میں امام بھی تھے اور وہی ان کا گھر بھی تھا تو میزبان کہنے لگے کہ دوپہر کا کھانا ہم وہیں پر کھالیں گے، ہم لوگ کھانا کھانے پہنچے، کھانا وغیرہ کھایا تھوڑا آرام کیا، آرام کے بعد معلوم ہوا کہ وہاں ایک پڑوسی ملک کی پیدل جماعت آئی ہوئی ہے، بڑے مجاہدے کے لوگ ہوتے، انہوں نے کہیں نسیم ہدایت کے جھونکے کتاب پڑھی تھی، وہ لوگ ملنے آگئے، کہنے لگے کہ یہاں تو مسلمان ہیں ہی نہیں، مسجدوں میں دو تین لوگ وہ بھی کتنی دور دور سے لے کر آنا پڑتا ہے، بڑی مشکل سے ایک صف ہوتی ہے، ان میں سے بھی بات سننے والے بہت کم ہوتے ہیں، بہت پریشان تھے، میں نے کہا: یہ سارے ہی لوگ جو چاروں طرف نظر آرہے ہیں، یہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔ ہم سے یہ سوال نہیں کیا جائے گا کہ آپ نے رائیونڈ کے مرکز کی اتباع کی ہے یا نہیں؟ ہم سے یہ سوال ہوگا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی ہے یا نہیں؟ ہمیں اکابر تبلیغ سے محبت اس لئے ہے کہ وہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا طریقہ بتارہے ہیں، لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ میدان محشر میں ہم سے یہ سوال نہیں ہوگا، سوال ہوگا نبی کی اتباع اور پیروی کا اور نبی کی اتباع اور پیروی جب تک ممکن نہیں جب تک آپ ان کے طریقہ پر دعوت نہیں دیں گے، یہ کوئی غیر تھوڑی ہیں، یہ بے چارے ہمارے نبی کے امتی ہیں، تو ان کے ذہن میں بات آگئی، انہوں نے کوشش شروع کی، پانچ یا چھ دن کے بعد جب وہ جماعت وہاں واپس آئی تو اتفاق سے ہمیں دوپہر کا کھانا وہی کھانا تھا، امیر صاحب نے بتایا کہ ان دنوں میں تقریباً ۱۷/ ہزار لوگ اسلام میں داخل ہوئے، اور شاید گیارہ یا بارہ چلے کی جماعتیں نکالیں، اس سے پہلے وہ لوگ وہاں ۲۹/ دن رہے لیکن ایک بھی جماعت نہیں نکلی، اور آخری پانچ چھ دن میں یہ ہوا کہ گیارہ جماعتیں نکالیں، سب جگہ پر ایسے ہی

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حالات ہیں۔

ایک مرتبہ سعودی عرب میں کسی نے بتایا تھا کہ فلپائین کے لوگ جلد اسلام قبول کر لیتے ہیں، ڈیڑھ دو سال پہلے میرا فلپین کا سفر ہوا تھا، وہاں ایک پادری اور ان کے بیٹے نے اسلام قبول کیا تھا، ایک صاحب اور تھے انہوں نے اسلام قبول کیا تھا، ہمارے ساتھیوں نے ان کو ہائر کرلیا اور ان کو ذمہ داری دے دی کہ وہ یہاں کام کریں، وہ روزانہ ایک کلپ بھیجتے تھے کہ ایک پوری فوجی بٹالین نے ان کے ہاتھوں پر ایمان قبول کیا اور بریگیڈیر نے باقاعدہ اس کی کلپ بھیجی، بریگیڈیر نے کہا کہ آپ ان کو دین سکھانے اور نماز سکھانے کے لئے آئیں، وہ بھی ان کو دین سکھانے کے لئے ہر ہفتے وہاں جاتے تھے، میں نے کہا کہ یہ کام تو کوئی عالم بھی کرلے گا، آپ ایسا کریں کہ آپ دوسری جگہ جائیں وہاں لوگوں کو اسلام کی دعوت دیں، اور یہ دھن کے ایسے پکے تھے کہ انہوں نے قرآن کا پورا ترجمہ یاد کرلیا تھا، اور ایسے دعوت دیتے ہیں کہ دیکھنے والا یہ سمجھتا ہے کہ کوئی بڑا عالم دین ہوگا، ان کی کوششوں سے ان دو سالوں میں چالس سے پچاس ہزار لوگ اسلام میں آئے، ساری دنیا ایسی پیاسی ہے کہ دوڑی چلی آرہی ہے۔

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
ہم ہی سو گئے داستاں کہتے کہتے

اصل میں ہم نے ذمہ داری ادا نہیں کی، اب بھی اگر ہمیں ہوش ہے، ہم اس کام کو اپنی ذمہ داری سمجھیں، ارادہ کرلیں، دل میں نیت کرلیں تو از خود اسلام کی پیاس میں دوڑے ہوئے آنے والے لوگ ہمیں داعی بنا دیتے ہیں، کتنے لوگوں کی کارگزاریاں ہیں کہ وہ بیٹھنے لگے، تو آنے والوں نے انہیں دعوتی درس بھی سکھا دیا کہ دعوت کے لئے کیا کیا ضرورتیں ہیں، کہاں سے کتابیں لائیں گے، کون سی کتابوں کی ضرورت ہے، ہم تاجروں کو دیکھتے ہیں کہ ان کو گاہک بتاتے ہیں کہ مارکیٹ میں کیا چاہئے، پھر وہی سب چیزیں رکھنے لگتے ہیں، اسی طرح دنیا اسلام کی اتنی پیاسی ہے کہ وہ خود آپ کو اسلام کی دعوت کا تاجر بنا دے گی، شرط یہ ہے کہ ہم بیٹھ جائیں اور گاہکوں کو پتہ لگ جائے کہ ہمارا مطلوبہ مال ہمارے پاس ملے گا۔ جب شروع شروع میں ہم لوگ ڈرائیونگ سیکھتے ہیں تو اسٹیرنگ پر بیٹھنے کے بعد کپکپی چھوٹتی ہے، یہ انسان کی فطرت ہے، لیکن جب چلانے لگتا ہے اور چلانا آجاتا ہے، تو پھر چائے بھی پیتے ہیں فون بھی اٹینڈ کرتے ہیں اور ساتھیوں سے گپ شپ بھی کرتے ہیں۔ اسی طرح دعوت کا بھی یہی مسئلہ ہے، ہم کسی جگہ جڑ کر بیٹھنے لگیں تو آنے والے لوگ اس جگہ کو دعوت کا مرکز بھی بنا دیتے ہیں اور ان لوگوں کو داعی بھی بنا دیتے ہیں، تو اس بات کا ہم لوگ عزم کریں، بہت دنوں سے یہ بات چل رہی تھی کہ کوئی ترتیب ہونی چاہئے، اب تک اپنے اپنے لحاظ سے کام کر رہے تھے۔ ماشاء اللہ مہاراشٹرا میں منظّم کام بھی ہے اور ساتھی بھی بہت زمانے سے موجود ہیں، اللہ کا شکر ہے کام بھی ہو رہا ہے، ہماری سو فیصد مکمل کامیابی اور عزت چودہ سو سال پرانے ماحول میں آنے میں ہی ہے، ہر چیز وہیں سے لینی ہے، ہم دیکھتے ہیں کہ اس پورے دینی نظام میں مسجد کی اہمیت ایک اسلامک کنٹرول روم کی ہے، پوری زندگی کو منظّم کیا گیا ہے، کنٹرول کیا گیا ہے مسجد سے، تو ہماری ساری ایکٹیوٹی خصوصاً دینی ایکٹیوٹی، تو مسجد نبوی میں ہوتی تھی، وہی عدالت بھی، وہی تربیت گاہ بھی، وہی مہمان خانہ بھی، وہی پارلیمنٹ ہاؤس بھی، اور کوئی ایسا وقت نہیں تھا کہ وہاں دو چار مدعو قیام پذیر نہ ہوں، ہر وقت آتے رہتے تھے اور ہمارا حال یہ ہے کہ ہمارے یہاں مسجدوں میں غیر مسلم تو کیا نو مسلم بھی آتے ہوئے ڈرتا ہے، جس نے اسلام قبول کرلیا ہے وہ بھی ڈرتا ہے کہ لوگ مجھے مار نہ دیں، یہ نہ کہہ دیں کہ کسی سازش کی وجہ سے آیا ہے، میں نے یہاں کے ذمہ داروں سے کہا کہ مسجدوں میں پروگرام کئے جائے اور غیر مسلموں کو کسی بھی بہانہ سے مسجدوں میں لانے کی کوشش کی جائے، اللہ کا شکر ہے کئی سو پروگرام کئے ان لوگوں نے، عید ملن کے نام سے، مسجد پریچے کے نام سے لوگوں کو بلایا

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

دعوتیں کیں،شیوسینا اور بجرنگ دل، وشوہندو پریشد، بی جے پی کے بڑے ذمہ داروں کو بلایا، اوران لوگوں کے تاثرات مجھے بھیجے ہمارے ساتھیوں نے، انھوں نے کہا کہ مسجد کے دروازہ میں داخل ہونے کے بعد بلکہ دروازہ میں داخل ہوتے ہی مسلمانوں اور اسلام سے ہمارا فاصلہ ہزاروں میل کم ہوگیا۔ میں بالکل یقین سے یہ بات کہہ رہا ہوں کہ ملک کے تمام برادران وطن کو ایک دفعہ مسجد میں داخل کرلیں، صرف ایک دفعہ! تو آپ دیکھیں گے کہ یہ تعصب زیادہ تر ختم ہو جائے گا، صرف مسجد میں ایک دفعہ آنے سے ،دعوت تو بہت بعد کی بات ہے۔

میں یہ کہہ رہا تھا کہ جیسے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم دعوت کے مواقع تلاش فرماتے تھے، یہ بھی سنت ہے کہ جہاں مواقع ملیں وہاں کوشش کی جائے، مہاراشٹر میں لوگوں نے درگاہوں پر کام کرنا شروع کیا، تو سیلانی بابا ایک درگاہ ہے، وہاں آٹھ دن تک عرس بھرتا ہے اور تقریباً آٹھ دس لاکھ لوگ اس میں آتے ہیں، جس میں ۸۰٪ فیصد برادران وطن ہوتے ہیں، ہمارا مہینہ واری جوڑ تھا بمبئی میں، ہم نے مہاراشٹر کے داعیوں کو بلایا اور تشکیل کی کہ سیلانی بابا کے یہاں کون کتنی جماعتیں لے کر آئے گا، اس میں تقریباً دوسو داعی شریک ہوئے، ابھی عمرہ کے سفر میں ہمارے ساتھ مفتی روشن صاحب تھے، انہوں نے بتایا کہ ان آٹھ دنوں کے اندر ۳۲/ ہزار لوگوں نے کلمہ پڑھا اور بہت سارے لوگ اپنے اپنے مقام سے چلہ چار ماہ کے لئے بھی گئے۔

مفتی صاحب نے کوشش کی کہ کام کا کوئی نظم ہو جانا چاہئے، انھوں نے تمام دعاۃ کو بلایا اور مجھ سے سوالات کرتے رہے اور پھر ایک لائحہ عمل تیار کیا گیا، اللہ تعالیٰ نے مفتی روشن صاحب کو بہت نظم اور سلیقہ دیا ہے، انھوں نے اسے کتابی شکل میں شائع کر دیا، کتابی شکل میں آجانے کے بعد یہ کام بہت منظّم ہو گیا ہے، کوشش کریں کہ ہم لوگ اپنے اندر وہ دعوتی صفات پیدا کریں اور اسی کتاب کی متعین ترتیب کے مطابق کام کرنے کی کوشش کریں۔

[ختم شد]

ماہ رمضان

فضیل احمد ناصری

سیہ نصیب کی امّیدِ صد ہزار ہے تو
مہِ صیام! دلِ خستہ کا قرار ہے تو

خوش آمدید کہ جلوہ ترا نظر آیا
خوش آمدید کہ قدرت کا شاہکار ہے تو

ہے ایک سَم تری ہستی مری خِرد کے لیے
مرے جنوں کے لیے موسمِ بہار ہے تو

تری بلند مقامی نہ کیوں جدا سی رہے
نگاہِ قدس میں رحمت کا کوہسار ہے تو

نہ زورِ نفس ہی باقی، نہ طاقتِ ابلیس
کہ ان کے واسطے نادیدہ اک حصار ہے تو

کریں نہ اہلِ حرم کیوں تری قدم بوسی
جمالِ حق کا نمائندہ آبشار ہے تو

ہمارے عشق کو ملتی ہیں گرمیاں تجھ سے
ہمارے چہرہ ایمان کا نکھار ہے تو

ترے وجود پہ اے جاں نثار کیوں نہ رہوں
کہ ایک سایۂ مولائے نامدار ہے تو

ہلالِ عید بھی پنہاں ہے تیرے آنچل میں
دھڑکتے دل کی تمنائے زر نگار ہے تو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آمدِ فصلِ بہار

مولانا خالد سیف اللہ رحمانی

رمضان المبارک کی آمد آمد ہے، جو نیکیوں کی فصلِ بہار ہے اور تہی دامانِ عمل کو بقدرِ توفیق اس فصل گل سے استفادہ کا موقع فراہم کرتی ہے، رسول اللہ ﷺ کو اس ماہ مبارک کا اس قدر اہتمام تھا کہ اس کی آمد سے پہلے ہی آپ ﷺ لوگوں کو اس ماہ کی برکتوں اور سعادتوں کے بارے میں خبردار فرماتے اور عبادت کی طرف خاص طور پر انھیں متوجہ کرتے، اس ماہ کا اصل اور بنیادی عمل روزہ ہے، یعنی صبح طلوع ہونے سے لے کر سورج کے غروب ہونے تک کھانے، پینے اور دوسرے نفسانی تقاضوں سے اپنے آپ کو باز رکھنا، یہ کوئی معمولی عمل نہیں ہے، انسان کے لئے گھنٹے دو گھنٹے بھی بھوکا رہنا دشوار ہوجاتا ہے، بیمار ہو تو پرہیز مشکل ہوجاتا ہے، دنیا کی ساری لذتیں ان ہی خواہشات سے متعلق ہیں، آدمی بطورِ خود اپنے آپ کو ان سے روک لے، حالانکہ اس کو روکنے کے لئے نہ کوئی چوکیدار ہو، نہ قانونی پہرہ دار اور نہ جسمانی مضرت ونقصان کا اندیشہ

یہ انسان کی تربیت کا نہایت مؤثر اور بے مثال طریقہ ہے، جس سے محض روحانی مقاصد کے تحت اپنے آپ پر قابو کرنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے اور انسان کے لئے یہ بات ممکن ہوتی ہے کہ وہ نفس کے گھوڑے کے لگام کو اپنے ہاتھ میں رکھے، جو شخص نفس کی آواز کو دبانے اور خواہشات کو قابو میں رکھنے کی صلاحیت حاصل کر لے اس کے لئے کسی بھی گناہ سے بچنا چنداں دشوار نہیں، اسی لئے روزہ کو تقویٰ کا باعث قرار دیا گیا اور رمضان کو صبر کا مہینہ فرمایا گیا۔

لیکن دنیا کی ہر چیز میں صورت اور حقیقت کا ایک فرق پایا جاتا ہے، شیر کی تصویر میں شیر کی طاقت اور آگ کی تصویر میں آگ کی حرارت نہیں آسکتی، شیر کے خوفناک اور بھیانک اسٹیچو سے دن رات بچے کھیلتے ہیں اور آگ کی تصویر سے لوگ اپنے گھر سجاتے ہیں؛ لیکن اگر جاں بہ لب زندہ شیر بھی ہو تو اچھے اچھے بہادر بھی قریب جانے کی ہمت نہیں پاتے اور آگ کی ایک چنگاری بھی ہو تو پورے مکان کو سلگانے کے لئے کافی ہے۔

ہاں عبادات میں بھی صورت اور حقیقت کا فرق ہے، محض بھوکا، پیاسا رہنا روزہ کی صورت ہے نہ کہ حقیقت، اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو جھوٹ بولے اس کا روزہ نہیں، جو غیبت کرے اس کا روزہ نہیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ بہت سے روزہ داروں کو روزہ سے بھوک و پیاس کے سوا کوئی چیز حاصل نہیں یہ روزہ کی صورتیں ہیں، ایسی صورت جو روح اور زندگی سے خالی ہے، روزہ تو اس لئے ہے کہ انسان کا سینہ خدا کی محبت سے معمور ہوجائے، اس کا دل سب کچھ کھو کر خدا کو پانے کے جذبہ سے لبریز ہو اور گناہوں کی نفرت اس کے دل میں سما جائے، اس کی نگاہ ایک پاک دامن نگاہ ہو، اس کی زبان قند ونبات کی مٹھاس سے ہم کنار اور ہر طرح کی بدگوئی سے محفوظ ہو، اس کے اعضاء وجوارح کو نیکی سے لذت حاصل ہوتی ہو، گویا ایک عاشق ہے جو اپنے محبوب کو خوش کرنے کے لئے بھوکا، پیاسا اور دنیا کی لذتوں سے بیگانہ بنا ہوا ہے، اگر روزہ اس کیفیت کے ساتھ رکھا جائے تو یقیناً اس سے نفس کی تربیت ہوگی، انسان کے اندر برائی سے بچنے کی صلاحیت پیدا ہوگی اور انسان اپنے نفس کی غلامی سے آزاد ہوسکے گا، یہ تربیتی نظام اسے آئندہ گیارہ مہینوں میں بھی خدا کی مرضیات پر قائم رکھے گا، اس لئے روزہ کو حقیقت کی سطح پر رکھنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ یہ خدا کے حکم کو نفس کے حکم پر غالب رکھنے کا ایک عنوان ہے!

اس ماہِ مبارک میں رسول اللہ ﷺ پر نزولِ قرآن کا آغاز ہوا، ہر سال حضرت جبرئیل علیہ السلام آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور قرآن مجید کے ایک ختم کا آپ ﷺ سے مذاکرہ فرماتے، جس سال وفات ہوئی اس سال آپ ﷺ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ساتھ قرآن مجید کے دو دور فرمائے، اس سے معلوم ہوا کہ اس ماہ کو قرآن مجید سے ایک خاص مناسبت ہے، اسی لئے اس مہینہ

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میں خاص طور پر تراویح کی نماز رکھی گئی کہ اس میں پورا قرآن مجید ختم کیا جائے، تہجد میں بھی زیادہ طویل قیام اور اسی نسبت سے قراءت کا معمول مبارک تھا؛ اسی لئے سلف صالحین کے یہاں اس ماہ میں قرآن مجید کی تلاوت کا بھی خاص اہتمام رہا ہے، اس لئے جہاں رمضان کے دن روزہ کے نور سے منور ہوں، وہیں رمضان کی راتیں تلاوتِ قرآن سے آباد ہونی چاہئیں، یہ ہماری کم نصیبی ہے کہ خدا کی آخری اور کائنات میں موجود واحد سچی کتاب اس اُمت کے پاس ہے، جس کا حق یہ تھا کہ مسلمان کا کوئی دن اس کی تلاوت سے خالی نہ ہو؛ لیکن صورتِ حال یہ ہے کہ پورا سال گذر جاتا ہے اور بہت سے بے توفیقوں کو قرآن مجید کے ایک ختم کی توفیق بھی میسر نہیں آتی، اس لئے یوں تو پورے سال تلاوتِ قرآن کا اہتمام کرنا چاہئے؛ لیکن اگر یہ نہ ہو سکے تو کم سے کم رمضان کو تو ضائع نہ ہونے دیا جائے، عام طور پر بیس منٹ میں ایک پارہ مکمل ہو جاتا ہے، اگر روزانہ صرف ایک گھنٹہ تلاوت کا وقت رکھا جائے تو با آسانی ہر دس دن میں ایک ختم ہوسکتا ہے، اس کے ساتھ ساتھ اگر کسی وقت ایک گھنٹہ قرآن کے ترجمہ وتفسیر کے مطالعہ کے لئے بھی رکھ لیا جائے تو کیا کہنا!!! ہونا تو یہ چاہئے کہ سال بھر ترجمہ وتفسیر کے مطالعہ کا اہتمام ہو؛ اگر یہ نہ ہو سکے، تو کم سے کم رمضان میں کسی ایک سورت، یا منتخب سورتوں کا مطالعہ کر لیا جائے، تاکہ بندہ یہ جان سکے کہ اس کا خدا اس سے کیا کہہ رہا ہے۔

رمضان المبارک کا تیسرا اہم عمل دُعا ہے، یہ دُعا کی قبولیت کا مہینہ ہے، رمضان کی راتوں میں اللہ تعالیٰ خود اپنے بندوں کو پکارتا ہے، کہ ہے کوئی مغفرت کا طلب گار، کہ میں اسے بخش دوں، کوئی ہے رزق کا خواستگار کہ میں اسے روزی دوں، ہے کوئی ضرورت مند کہ میں اس کی حاجت روائی کروں؟ اس سے زیادہ کم نصیبی کیا ہوگی، کہ داتا خود سائل کو طلب کرے اور سائل اپنا دست سوال نہ پھیلائے، تہجد کا وقت دُعا کی قبولیت کا ہے، افطار کے وقت دُعا قبول ہوتی ہے، رمضان المبارک کا آخری عشرہ جس میں شب قدر کا امکان ہے، دُعاء کی قبولیت کی خاص ساعتوں پر مشتمل ہے۔

ایک ایسے وقت میں جب کہ پوری ملتِ اسلامیہ زخم سے چور ہے اور پورا عالم اسلام یہود ونصاریٰ کے پنجۂ استبداد سے کراہ رہا ہے، خود ہندوستان میں مسلمانوں کے گرد فرقہ پرست تنظیمیں گھیرا تنگ کرتی جا رہی ہیں، ان حالات میں دُعا مؤمن کا سب سے بڑا ہتھیار ہے، مگر بدقسمتی سے افطار کے لئے ایک سے ایک کھانے کا انتخاب اور دسترخوان کو خوب سے خوب تر کرنے کی کوشش کی جاتی ہے؛ لیکن یہ وقت دُعا کی قبولیت اور اللہ سے مانگنے اور اپنے خالق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا ہے، اسی کو فراموش کر دیا جاتا ہے، اس لئے ہم اس ماہ کو دُعا کا مہینہ بنالیں، خدا سے مانگنے اور خدا کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا مہینہ۔

رسول اللہ ﷺ نے اس ماہ کو غم گساری کا مہینہ (شہر المواساۃ) بھی فرمایا ہے، یعنی جیسے یہ خدا کو راضی کرنے اور اس کے سامنے جھکنے کا مہینہ ہے، اسی طرح یہ خدا کے بندوں کے ساتھ حسن سلوک اور بہتر برتاؤ کا مہینہ بھی ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی سخاوت اس ماہ میں تیز ہوا سے بھی بڑھ جاتی تھی، اسی لئے بعض صحابہ رضی اللہ عنہم اس ماہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام فرماتے تھے اور آج کل بھی لوگ خاص طور پر اسی مہینہ میں زکوٰۃ ادا کرنے کا اہتمام کرتے ہیں؛ لیکن زکوٰۃ تو ایک لازمی فریضہ ہے اور انفاق کا وہ کم سے کم درجہ ہے، جس سے انسان جوابدہی سے بچ سکتا ہے؛ لیکن جیسے رمضان میں فرائض کے ساتھ نوافل کا اہتمام کیا جاتا ہے اسی طرح زکوٰۃ کے ساتھ عمومی انفاق پر بھی توجہ ہونی چاہئے، بہت سے لوگ محتاج وضرورت مند ہوتے ہیں؛ لیکن زکوٰۃ کے مستحق نہیں ہوتے، بہت سے دینی کام ایسے ہیں جن میں زکوٰۃ کی رقم صرف نہیں کی جاسکتی، ایسے مواقع پر عمومی انفاق اُمت کے لئے ایک ضرورت ہے اور اصحابِ ثروت کو محسوس کرنا چاہئے کہ یہ بھی ان پر ایک حق ہے؛ چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مال میں زکوٰۃ کے سوا دوسرے حقوق بھی ہیں، ان فی المال لحقا سوی الزکوٰۃ.

آیئے ہم عہد کریں کہ ایمان وعمل کی اس فصل بہار سے ہم اس کے تقاضہ کے مطابق فائدہ اُٹھائیں گے اور اپنی عملی زندگی کو اس کی خوشبو سے عطر بار کریں گے!

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سونے یا چاندی کے زیورات پر زکوۃ واجب ہے

مولانا محمد نجیب قاسمی سنبھلی

خیرالقرون سے عصر حاضر تک کے جمہور علماء، فقہاء ومحدثین قرآن وحدیث کی روشنی میں عورتوں کے سونے یا چاندی کے استعمالی زیور پر وجوب زکوۃ کے قائل ہیں، اگر وہ زیور نصاب کے مساوی یا زائد ہو اور اس پر ایک سال بھی گزر گیا ہو، جس کے مختلف دلائل پیش کئے جاتے ہیں:

﴿۱﴾ قرآن وسنت کے وہ عمومی حکم جن میں سونے یا چاندی پر بغیر کسی (استعمالی یا غیر استعمالی) شرط کے زکوۃ واجب ہونے کا ذکر ہے اور ان آیات واحادیث شریفہ میں زکوۃ کی ادائیگی میں کوتاہی کرنے پر سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں۔ متعدد آیات و احادیث میں یہ عموم ملتا ہے، اختصار کی وجہ سے صرف ایک آیت اور ایک حدیث پر اکتفاء کرتا ہوں۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: جو لوگ سونا یا چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور ان کو اللہ کی راہ میں خرچ نہیں کرتے (یعنی زکوۃ نہیں نکالتے) سو آپ ان کو ایک بڑے دردناک عذاب کی خبر سنا دیجئے، جو اس روز واقع ہوگا کہ ان (سونے وچاندی) کو دوزخ کی آگ میں تپایا جائے گا، پھر ان سے لوگوں کی پیشانیوں اور ان کی کروٹوں اور ان کی پشتوں کو داغا جائے گا، اور یہ جتایا جائے گا کہ یہ وہ ہے جس کو تم اپنے واسطے جمع کر کے رکھتے تھے، سو اب اپنے جمع کرنے کا مزہ چکھو۔ (سورۃ التوبہ: ۳۴، ۳۵)

نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: جس مال کی زکوۃ ادا کر دی جائے وہ کنز تم (جمع کئے ہوئے) میں داخل نہیں ہے۔ (ابوداود، مسند احمد) غرضیکہ جس سونے وچاندی کی زکوۃ ادا نہیں کی جاتی ہے، کل قیامت کے دن وہ سونا وچاندی جہنم کی آگ میں تپایا جائے گا پھر اس سے ان کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پشتوں کو داغا جائے گا، اللہ تعالیٰ ہم سب کو تمام مال اور سونے وچاندی کے زیورات پر زکوۃ کی ادائیگی کرنے والا بنائے تاکہ اس دردناک عذاب سے ہماری حفاظت ہو جائے۔ آمین۔

﴿۱﴾ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: کوئی شخص جو سونے یا چاندی کا مالک ہو اور اس کا حق (یعنی زکوۃ) ادا نہ کرے تو کل قیامت کے دن اس سونے وچاندی کے پترے بنائے جائیں گے اور ان کو جہنم کی آگ میں ایسا تپایا جائے گا گویا کہ وہ خود آگ کے پترے ہیں، پھر اس سے اس شخص کا پہلو، پیشانی اور کمر داغ دی جائے گی اور قیامت کے پورے دن میں جس کی مقدار پچاس ہزار سال ہوگی، بار بار اسی طرح تپا تپا کر داغ دئے جاتے رہیں گے، یہاں تک کہ ان کے لئے جنت یا جہنم کا فیصلہ ہو جائے۔ (مسلم، کتاب الزکوٰۃ، باب فیمن لا یؤدی الزکوٰۃ)

اس آیت اور حدیث میں عمومی طور پر سونے یا چاندی پر زکوۃ کی عدم ادائیگی پر دردناک عذاب کی خبر دی گئی ہے خواہ وہ استعمالی زیور ہوں یا تجارتی سونا وچاندی۔ نیز قرآن کریم میں کسی ایک جگہ بھی استعمالی زیور کا استثنیٰ نہیں کیا گیا ہے۔

﴿۲﴾ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک عورت نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئی، اس کے ساتھ اس کی بیٹی تھی جو دو سونے کے بھاری کنگن پہنے ہوئے تھی۔ نبی اکرم ﷺ نے اس عورت سے کہا کہ کیا تم اس کی زکوۃ ادا کرتی ہو؟ اس عورت نے کہا: نہیں۔ تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم چاہتی ہو کہ اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے کل قیامت کے دن آگ کے کنگن تمہیں پہنائے۔ تو اس عورت نے وہ دونوں کنگن اتار کر نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں اللہ کے راستے میں خرچ کرنے کے لئے پیش کر دئے۔ (ابوداود، کتاب الزکوۃ، باب الکنز ما ہو وزکوۃ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

المحلی) شارح مسلم امام نوویؒ نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

﴿۳﴾ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی اکرم ﷺ میرے پاس تشریف لائے اور میرے ہاتھ میں چھلا دیکھ کر مجھ سے کہا کہ اے عائشہ! یہ کیا ہے؟ میں نے کہا: اے اللہ کے رسول! یہ میں نے آپ کے لئے زینت حاصل کرنے کی غرض سے بنوایا ہے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ میں نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: تو پھر یہ تمہیں جہنم میں لے جانے کے لئے کافی ہے۔ (ابوداود ۱/۲۴۴، دار قطنی) محدثین کی ایک جماعت نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ امام خطابیؒ نے (معالم السنن ۳/۱۷۶) میں ذکر کیا ہے کہ غالب گمان یہ ہے کہ چھلا تنہا نصاب کو نہیں پہنچتا، اس کے معنی یہ ہیں کہ اس چھلے کو دیگر زیورات میں شامل کیا جائے، نصاب کو پہنچنے پر زکوٰۃ کی ادائیگی کرنی ہوگی، امام سفیان ثوریؒ نے بھی یہی توجیہ ذکر کی ہے۔

﴿۴﴾ حضرت اسماء بنت زید رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ میں اور میری خالہ نبی اکرم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، ہم نے سونے کے کنگن پہن رکھے تھے۔ تو نبی اکرم ﷺ نے کہا: کیا تم اس کی زکوٰۃ ادا کرتی ہو؟ ہم نے کہا: نہیں۔ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: کیا تم ڈرتی نہیں کہ کل قیامت کے دن اللہ تعالیٰ ان کی وجہ سے آگ کے کنگن تمہیں پہنائے؟ لہٰذا ان کی زکوٰۃ ادا کرو۔ (مسند احمد) محدثین کی ایک جماعت نے حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔

متعدد احادیث صحیحہ میں زیورات پر زکوٰۃ کے واجب ہونے کا ذکر ہے، یہاں طوالت سے بچنے کے لئے صرف تین احادیث ذکر کی گئی ہیں۔

استعمالی زیور میں زکوٰۃ واجب نہ قرار دینے والے حضرات عموماً دو دلیلیں پیش کرتے ہیں۔

(۱) عقلی دلیل: اللہ تعالیٰ نے اُسی مال میں زکوٰۃ کو واجب قرار دیا ہے جس میں بڑھوتری کی گنجائش ہو، جبکہ سونے اور چاندی کے زیورات میں بڑھوتری نہیں ہوتی۔ لیکن یہ کہنا صحیح نہیں ہے کیونکہ زیورات میں بھی بڑھوتری ہوتی ہے چنانچہ سونے کی قیمت کے ساتھ زیورات کی قیمت میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔

(۲) چند احادیث وآثار صحابہ: وہ سب کے سب ضعیف ہیں جیسا کہ محدثین نے دلائل کے ساتھ تحریر کیا ہے۔ ۸۰ ہجری میں پیدا ہوئے مشہور تابعی وفقیہ حضرت امام ابوحنیفہؒ اور علماء احناف کا قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی موقف ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے، ہندوپاک کے جمہور علماء کرام نے بھی قرآن وحدیث کی روشنی میں یہی تحریر کیا ہے کہ استعمالی زیورات میں نصاب کو پہنچنے پر زکوٰۃ واجب ہے۔ سعودی عرب کے سابق مفتی اعظم شیخ عبدالعزیز بن بازؒ کی بھی قرآن وسنت کی روشنی میں یہی رائے ہے کہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہے۔

﴿**اصولی بات**﴾ موضوع بحث مسئلہ میں علماء کی ایک جماعت نے اختلاف ضرور کیا ہے، لیکن اس حقیقت کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ قرآن کریم میں جہاں کہیں بھی سونے یا چاندی پر زکوٰۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر سخت وعیدیں وارد ہوئی ہیں کسی ایک جگہ بھی استعمالی یا تجارتی سونے میں کوئی فرق نہیں کیا گیا ہے۔ نیز استعمالی زیور کو زکوٰۃ سے مستثنیٰ کرنے کے لئے کوئی غیر قابل نقد و جرح حدیث احادیث کے ذخیرہ میں نہیں ملتی ہے، بلکہ بعض احادیث صحیحہ استعمالی زیور پر زکوٰۃ واجب ہونے کی واضح طور پر رہنمائی کررہی ہیں۔

نیز استعمالی زیور پر زکوٰۃ کے واجب قرار دینے کے لئے اگر کوئی حدیث نہ بھی ہوتو قرآن کریم کے عمومی حکم کی روشنی میں ہمیں ہرطرح کے سونے وچاندی پر زکوٰۃ ادا کرنی چاہئے خواہ اس کا تعلق استعمال سے ہو یا نہیں، تاکہ کل قیامت کے دن رسوائی، ذلت اور دردناک عذاب سے بچ سکیں، نیز استعمالی زیور پر زکوٰۃ کے واجب قرار دینے میں غریبوں، مسکینوں، یتیموں اور بیواؤں کا فائدہ ہے تاکہ دولت چند گھروں میں نہ سمٹے بلکہ ہم اپنے معاشرہ کو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس رقم سے بہتر بنانے میں مدد حاصل کریں

احتیاط

وہ مذکورہ بالا احادیث جن میں نبی اکرم ﷺ نے استعمالی زیور پر بھی وجوب زکوۃ کا حکم دیا ہے، ان کے صحیح ہونے پر محدثین کی ایک جماعت متفق ہے۔لہٰذا احتیاط اسی میں ہے کہ ہم استعمالی زیور پر بھی زکوۃ کی ادائیگی کریں تاکہ زکوۃ کی ادائیگی نہ کرنے پر قرآن وحدیث میں جو سخت ترین وعیدیں وارد ہوئی ہیں ان سے ہماری حفاظت ہوسکے۔نیز ہمارے مال میں پاکیزگی کے ساتھ اس میں نمو اور بڑھوتری اسی وقت پیدا ہوگی جب ہم مکمل زکوۃ کی ادائیگی کریں گے، کیونکہ زکوۃ کی مکمل ادائیگی نہ کرنے پر مال کی پاکیزگی اور بڑھوتری کا وعدہ نہیں ہے۔ نیز جو بعض اسلاف استعمالی زیور میں زکوۃ کے وجوب کے قائل نہیں تھے، ان کی زندگیوں کے احوال پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تو اپنی ضروریات کے مقابلے میں دوسروں کی ضرورتوں کو پورا کرنے میں اپنی دنیا وآخرت کی کامیابی سمجھتے تھے اور اپنے مال کا ایک بڑا حصہ اللہ تعالیٰ کے راستے میں خرچ کرتے تھے۔تاریخی کتابیں ایسے واقعات سے بھری ہوئی ہیں، اِس وقت امت مسلمہ کا بڑا طبقہ زکوۃ کی ادائیگی کے لئے بھی تیار نہیں ہے چہ جائیکہ دیگر صدقات وخیرات وتعاون سے اپنے غریب بھائیوں کی مدد کرے لہٰذا استعمالی زیور پر زکوۃ نکالنے میں ہی احتیاط ہے تاکہ ہم دنیا میں غریبوں، یتیموں اور بیواؤں کی مدد کرکے کل قیامت کے دن نہ صرف عذاب سے بچ سکیں، بلکہ اجرعظیم کے بھی مستحق بنیں۔

چند وضاحتیں

☆ اگر زیورات استعمال کیلئے نہیں ہیں بلکہ مستقبل میں کسی تنگ وقت میں کام آنے (مثلاً بیٹی کی شادی) کیلئے رکھے ہوئے ہیں یا سال سے زیادہ ہوگیا اور ان کا استعمال بھی نہیں ہوا، تو اس صورت میں سونے کے زیورات پر زکوۃ کے واجب ہونے پر تمام علماء کرام کا اتفاق ہے، یعنی امت کا دوسرا مکتب فکر بھی متفق ہے۔

☆ زیورات کی زکوۃ میں زکوۃ کی ادائیگی کے وقت پرانے سونے کے بیچنے کی قیمت کا اعتبار ہوگا۔یعنی آپ کے پاس جو سونا موجود ہے اگر اس کو مارکیٹ میں بیچیں تو وہ کتنے میں فروخت ہوگا اس قیمت کے اعتبار سے زکوۃ ادا کرنی ہوگی۔

☆Diamond پر زکوۃ واجب نہ ہونے پر امت مسلمہ متفق ہے، کیونکہ شریعت اسلامیہ نے اس کو قیمتی پتھروں میں شمار کیا ہے، ہاں اگر یہ تجارت کی غرض کے لئے ہوں تو پھر نصاب کے برابر یا زیادہ ہونے کی صورت میں زکوۃ واجب ہوگی۔

☆ اگر کسی شخص کے پاس سونے یا چاندی کے علاوہ نقدی یا بینک بیلنس بھی ہے تو ان پر بھی زکوۃ ادا کرنی ہوگی، البتہ دو بنیادی شرطیں ہیں:

۱۔نصاب کے مساوی یا زائد ہو۔

۲۔ایک سال گزر گیا ہو۔

بے غیرتی کی بات

حیرت ہے کہ مسلمانوں کے لئے اللہ پاک کا کلام اور اس کے رسول ﷺ کے سچے ارشادات میں، علوم وحکمت دارین کی فلاح وترقی کے اسباب اور خزانے بھرے ہوئے ہیں، لیکن وہ ہر بات میں دوسروں پر نگاہ رکھتے ہیں، اور دوسروں کا پس خوردہ کھانے کے درپے رہتے ہیں، کیا یہ چیز انتہائی بے غیرتی اور اللہ اور اس کے پاک رسول کے ساتھ اجنبیت اور مغایرت کی نہیں ہے، کیا اس کی مثال اس بیمار کی سی نہیں، جس کے گھر ایک مرجع خلائق حکیم، ایک حاذق ڈاکٹر موجود ہو، اور وہ کسی اناڑی طبیب سے علاج کرائے۔

(شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلویؒ)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

شبِ قدر
مغفرت ونجات کی رات

مولانا عبدالرشید طلحہ نعمانی

اگر دنیا کے کسی سوداگر کو یہ معلوم ہوجائے کہ فلاں مہینے اور تاریخ کو ہمارے قریبی شہر میں ایک میلہ لگنے والا ہے؛ جس میں اتنی آمدنی ہوگی کہ ایک روپیہ کی قیمت ہزار گنا بڑھ جائے گی اور تجارت میں غیر معمولی نفع ہوگا، تو کون احمق ہوگا جو اس زریں موقع کو ہاتھ سے جانے دے گا؟ اور اس سے فائدہ اٹھائے بغیر یوں ہی ضائع کردے گا۔ ایسے میں عقل مند شخص وہی ہوگا جو اس اسکیم سے بھرپور نفع اٹھائے اور مستقبل کے لئے ذخیرہ اندوزی کی فکر کرے؛ بلکہ بتانے والے نے اگر تاریخ نہ بھی بتائی ہوگی تو کسی نہ کسی طرح وہ تاریخ کا پتہ لگانے کی ہر ممکن کوشش کرے گا اور اگر تاریخ میں کچھ شبہ رہ جائے تو احتیاطاً کئی دن پہلے اس جگہ پہنچ کر پڑاؤ ڈال دے گا۔

ٹھیک یہی حال اخیر عشرے کی طاق راتوں اور شب قدر کا ہے؛ جس میں اللہ تعالیٰ کی رحمتیں، برکتیں اور مغفرتیں اپنے عروج پر ہوتی ہیں، کوشش کرنے والے اپنی عبادت وریاضت اور اخلاص وطاعت کے ذریعہ حتی المقدور دامن مراد کو بھر لیتے ہیں؛ جب کہ غافل ولاپرواہ لوگ اس بے پایاں فضل وانعام کے باوجود محروم اور نامراد ہوجاتے ہیں، شب قدر اللہ رب العزت کی جانب سے عطا کردہ ایک ایسا انعام ہے؛ جس میں ہر مسلمان کے لئے در رحمت وا ہوجاتا ہے، ہر قسم کا خیر آسمان سے نازل ہوتا ہے، سلامتی اور بھلائی لے کر فرشتے زمین پر اترتے ہیں اور طلوع فجر تک یہ زریں سلسلہ جاری رہتا ہے۔

شب قدر کی وجہ تسمیہ

شب قدر کو ''قدر'' کیوں کہا جاتا ہے اس سلسلہ میں علماء کرام نے متعدد وجوہات بیان فرمائی ہیں؛ جن میں سے چند ایک کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے:

۱۔امام زہری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''قدر'' کے معنی ''مرتبہ'' کے ہیں چونکہ یہ رات باقی راتوں کے مقابلے میں شرف ومرتبہ کے لحاظ سے بلند ہے اس لئے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے۔

۲۔حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ اس رات میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک سال کی تقدیر وفیصلہ کا قلمدان فرشتوں کو سونپا جاتا ہے اس لئے یہ لیلۃ القدر کہلاتی ہے۔

۳۔لفظ قدر تنگی کے معنی میں بھی استعمال ہوتا ہے، اس معنی کے لحاظ سے اسے قدر والی کہنے کی وجہ یہ ہے کہ اس رات آسمان سے زمین پر اتنی کثرت کے ساتھ فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ زمین تنگ ہوجاتی ہے۔ (تفسیر الخازن)

سورۃ القدر کی مختصر تفسیر

شب قدر کی عظمت ومنزلت، اس کی اہمیت وفضیلت بتلانے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کی شان میں قرآن مجید کی ایک مکمل سورت نازل فرمائی ہے۔ چناں چہ سب سے پہلے شب قدر کی اہمیت کو واضح کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''بے شک ہم نے اسے (قرآن کریم کو) شب قدر میں نازل کیا۔'' یعنی قرآن مجید ایسی بلند رتبہ کتاب ہے؛ جو ساری انسانیت کے لئے ہدایت نامہ ہے اسی رات میں نازل ہوئی اور بہ طور خاص اس رات کو نزول کتاب کے لئے منتخب کیا گیا۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ نے اس کی عظمت شان کو بیان کرتے ہوئے فرمایا: ''اور تمہیں کچھ خبر بھی ہے کہ شب قدر کیا ہے؟ یعنی اس کی شان بہت بڑی اور اس کا رتبہ بہت عظیم ہے۔

آگے ارشاد ہے: "قدر کی رات (فضیلت میں) ایک ہزار مہینے سے بہتر ہے" یعنی وہ عمل صالح جو شب قدر میں کیا جاتا ہے

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

اس کا ثواب ایک ہزار گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔اللہ رب العزت نے یہاں مطلق خیر کا لفظ استعال فرمایا کہ شب قدر ہزار مہینوں سے بہتر ہے،مگر کتنی بہتر ہے؟اس کو مخفی رکھا جس سے حق تعالی کے بے پایاں الطاف واحسان کا اندازہ ہوتا ہے۔

پھر فرمایا:’’ فرشتے اور جبریل امین اس رات اللہ کے حکم سے نازل ہوتے ہیں ہر کام کے لئے۔ یہ (رات) سلامتی والی ہے صبح کے طلوع ہونے تک‘‘ یعنی شب قدر ہر آفت اور ہر شر سے سلامتی کا باعث ہے اور اس کا سبب اس کی بھلائی کی کثرت ہے نیز اس رات کی ابتدا غروب آفتاب اور اس کی انتہا طلوع فجر ہے

شب قدر روایات کی روشنی میں

حضرت کعب احبارؒ فرماتے ہیں:اللہ تعالیٰ نے رات اور دن کی کچھ ساعتوں کو منتخب کر کے اُن میں سے فرض نمازیں بنائیں، اور دنوں کو منتخب کر کے اُن میں سے جمعہ بنایا،مہینوں کو منتخب کر کے اُن میں سے رمضان کا مہینہ بنایا، راتوں کو منتخب کر کے اُن میں سے شبِ قدر بنائی اور جگہوں کو منتخب کر کے اُن میں سے مساجد بنائیں۔(شعب الایمان:3363)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:’’جو شخص شب قدر میں ایمان کے ساتھ اور ثواب کی نیت سے (عبادت کے لئے) کھڑا ہوا،اس کے پچھلے تمام گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔‘‘(بخاری ومسلم)

نوٹ: حدیث مبارک میں گناہوں کی معافی کے لئے دو شرطیں بیان کی گئیں:ایمان اور احتساب

ایمان کا مطلب یہ ہے کہ عبادت کرنے والا،مسلمان اور صحیح العقیدہ ہو ورنہ اللہ کے ہاں ایمان کے بغیر کوئی عبادت قابل قبول نہیں،اور ثواب کی امید رکھنے کا مطلب یہ ہے کہ ریاء وغیرہ کسی بدنیتی سے کھڑا نہ ہو؛ بلکہ اخلاص کے ساتھ محض اللہ کی رضا اور ثواب کے حصول کی نیت سے کھڑا ہو۔علامہ خطابی رحمہ اللہ کہتے ہیں:اس کا مطلب یہ ہے کہ ثواب کا یقین کر کے بشاشت قلب سے کھڑا ہو،بوجھ سمجھ کر،بددلی کے ساتھ نہیں۔

اور یہ کھلی ہوئی بات ہے کہ جس قدر ثواب کا یقین اور اعتقاد زیادہ ہوگا اتنا ہی عبادت میں مشقت کا برداشت کرنا آسان ہوگا؛ یہی وجہ ہے کہ جو شخص قرب الٰہی میں جس قدر ترقی کرتا ہے عبادت میں اس کا انہماک زیادہ ہوتا جاتا ہے۔

ایک اور روایت میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارے اُوپر ایک مہینہ آنے والا ہے جس میں ایک رات ہے جو ہزار مہینوں سے افضل ہے، جو شخص اس رات سے محروم رہے گا گویا وہ ساری ہی خیر سے محروم رہے گا،اور اس کی بھلائی سے محروم نہیں رہتا مگر وہ شخص جو حقیقی محروم ہے۔ (ابن ماجہ)

شب قدر کون سی رات ہے ؟

احادیث مبارکہ میں اس شب کو رمضان المبارک کے بالخصوص آخری عشرہ کی طاق راتوں میں تلاش کرنے کی ترغیب ہے اور اس رات کے بارے میں اکابر علماء کے اقوال مختلف ہیں؛ جن کا حاصل یہ ہے کہ اوّل تو ہمیں رمضان کی ساری راتوں میں اللہ کی اطاعت وعبادت میں لگے رہنا چاہئے ،اگر یہ مشکل ہوتو آخری عشرہ کی طاق راتوں میں شبِ قدر کی جستجو کرنی چاہئے ،اگر یہ بھی دشوار ہوتو آخری درجہ یہ ہے کہ کم از کم ستائیسویں شب کو توغنیمتِ باردہ سمجھتے ہوئے ضرور ہی اس کی جستجو میں لگنا چاہئے۔ البتہ اکثر علماء کی رائے یہ ہے کہ لَیْلَۃُ الْقَدْر رمضان شریف کی ستائیسویں شب میں ہے۔چناں چہ حافظ ابن حجر عسقلانیؒ لکھتے ہیں: جمہور علماء ستائیسویں شب کو لَیْلَۃُ الْقَدْر کہتے ہیں۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ عدد طاق ہے اور طاق اعداد میں سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے سات زمین اور سات آسمان بنائے ،سات اَعْضَاء پر سجدہ مَشْرُوع فرمایا،طواف کے سات چکر مُقَرَّر کئے ، ہفتے کے سات دن بنائے اور جب یہ ثابت ہوگیا کہ سات کا عدد زیادہ پسندیدہ ہے،تو پھر یہ رات رمضان کے آخری عشرے کی ساتویں رات

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہونی چاہئے۔ (فتح الباری شرح بخاری)

لیلۃُ القدر میں محروم رہنے والے افراد

رحمتوں اور برکتوں کی اس باغ و بہار میں کچھ ایسے حرماں نصیب اور خائب وخاسر لوگ بھی ہوتے ہیں؛ جو اپنے گناہوں کی پاداش میں شبِ قدر جیسی عظیم اور بابرکت رات کی فضیلتوں کے حصول سے اور بالخصوص مغفرتِ خداوندی سے محروم رہ جاتے ہیں، وہ کون لوگ ہیں؟ حدیث میں اُن کی نشاندہی کی گئی ہے۔

حضرت ابن عباسؓ سے نبی کریم ﷺ کا یہ ارشاد مروی ہے: شبِ قدر میں اللہ تعالیٰ کے حکم سے فرشتے زمین پر اُترتے ہیں اور ساری رات عبادت میں مشغول لوگوں سے سلام ومصافحہ کرکے اُن کی دعاؤں پر آمین کہتے ہوئے رات گزار کر صبح جب واپسی کا وقت ہوتا ہے تو حضرت جبریل سے دریافت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے امتِ محمدیہ کے مومنوں کے ساتھ اُن کی ضروریات کے پورا کرنے کے بارے میں کیا معاملہ فرمایا؟ حضرت جبریل فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ نے اِس شبِ قدر میں ایمان والوں پر نظرِ رحمت فرمائی اور چار اَفراد کے علاوہ سب کے ساتھ درگذر اور مغفرت کا معاملہ فرمادیا''۔ یہ سُن کر حضرات صحابہ کرام نے سوال کیا کہ وہ کون افراد ہوں گے؟ تو آپ ﷺ نے اِرشادفرمایا: شراب کا عادی، والدین کا نافرمان، رشتہ قطع کرنے والا اور کینہ پَرْوَر۔ (شعب الایمان:3421)

(1) شراب کا عادی

شراب جس کو ''اُمّ الخبائث''یعنی تمام بُرائیوں کی جڑ کہا گیا ہے، قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے اسے ''رِجْس'' یعنی گندگی قرار دیا ہے، یہی شراب متعدد گناہوں کا سرچشمہ اور مقدمہ ہے، اِس گندگی اور نجاست کو پینے والا اِس رات کی مغفرت سے محروم رہتا ہے۔

(2) والدین کا نافرمان

والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کی اتنی زیادہ اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں کئی مقامات پر شرک سے منع کرتے ہوئے والدین کے ساتھ حُسنِ سلوک کی تعلیم وتاکید فرمائی ہے، اِس سے اِس حکم کی اہمیت وعظمت کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے، یہی وجہ ہے کہ وہ بدبخت اور حرماں نصیب شخص جس نے والدین کے ساتھ بدسلوکی کی ہو اور اُن کی آہیں اور بدعائیں لی ہوں ایسا شخص اِس عظیم اور مُبارک رات کی مغفرت سے محروم رہ جاتا ہے۔

(3) قطع رحمی، یعنی رشتے داروں سے تعلق توڑنے والا

اللہ تعالیٰ نے انسان کے وجود کے ساتھ کچھ رشتے وابستہ کر رکھے ہیں؛ جن کے ساتھ انسان کو حسنِ سلوک کی تعلیم دی گئی ہے، جو شخص اُن کے حقوق کو پامال کرکے بدسلوکی کا مُرتکب ہوتا ہے وہ ''قاطعِ رحم'' کہلاتا ہے، جس کی قرآن وحدیث کے اندر بڑی سخت وعیدیں اور عذاب بیان کیا گیا ہے، اِس لئے اِس گناہ سے بہرصورت بچنے کی کوشش کرنی چاہئے، ورنہ شبِ قدر جیسی عظیم نعمت سے محرومی ہوجاتی ہے۔

(4) آپس میں بغض وکینہ رکھنے والا

دل میں کسی کی دشمنی کو لے کر اُس کو نقصان پہنچانے کے لئے کوشاں رہنا کینہ کہلاتا ہے۔ حدیث کے مطابق ایسے شخص کی اس مُبارک رات میں مغفرت نہیں ہوتی؛ اِس لئے مومن کو چاہیے کہ اپنے دل کو ہرطرح کی گندگی سے پاک رکھے۔

شب قدر کیوں عطا ہوئی؟

شبِ قدر عطا کئے جانے کے بارے میں کئی ایک روایتیں ملتی ہیں، ایک روایت میں ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شمعون نامی عابد تھا جس نے ہزار ماہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا، اس پر صحابۂ کرام کو تعجب ہوا کہ ہمارے اعمال کی کیا حیثیت؟ اس پر اللہ تعالیٰ نے اس امت کو ایک رات عطا فرمائی، جو اس غازی کی مدتِ عبادت سے بہتر ہے

اسی سلسلہ میں ایک اور روایت علامہ قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے مؤطا امام مالک کے حوالہ سے تحریر فرمائی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

پچھلی امتوں کی عمریں دکھائی گئیں، آپ نے دیکھا کہ ان کے مقابل میں آپ کی امت کی عمریں کم ہیں اس سے آپ کو خوف ہوا کہ میری امت کے اعمال ان امتوں کے اعمال تک نہ پہنچ سکیں گے تو اللہ تعالیٰ نے آپ کو شب قدر عطا فرمائی جو ان امتوں کے ہزار ماہ کی عبادت سے بہتر ہے، جیسا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے ''لیلۃ القدر خیر من الف شھر''

ان کے علاوہ تفسیر طبری اور تفسیر کبیر میں اس معنی کی اور بھی روایتیں مروی ہیں؛ جن سے امت محمدیہ کی اس خصوصیت کا اندازہ ہوتا ہے۔

شب قدر کا وظیفہ

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ میں نے رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے عرض کیا کہ شب قدر کا وظیفہ کیا ہونا چاہیے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ الفاظ تلقین فرمائے: اللھم انک عفو تحب العفو فاعف عنی'' اے اللہ! تو معاف کردینے والا ہے اور معافی کو پسند فرمانے والا ہے، پس مجھے بھی معاف کردے۔''

مناسب ہے کہ جتنی دیر جاگنا چاہے اُس کے تین حصے کرلے، ایک حصہ میں نوافل پڑھے اور ایک حصہ میں تلاوت کلام اللہ میں مشغول رہے اور تیسرا حصہ استغفار، درود شریف، دعا اور ذکر اللہ میں گزادے؛ چناں چہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اُتْلُ مَآ اُوْحِیَ اِلَیْکَ مِنَ الْکِتَابِ وَاَقِمِ الصَّلوٰۃَ اِنَّ الصَّلوٰۃَ تَنْھٰی عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْکَرِ وَلَذِکْرُاللّٰہِ اَکْبَر

یعنی جو کتاب آپ پر وحی کی گئی ہے آپ اُس کو پڑھا کیجیے، نماز کی پابندی رکھیے بیشک نماز بے حیائی اور ناشائستہ کاموں سے روکتی ہے اور اللہ کی یاد بہت بڑی چیز ہے۔ (العنکبوت)

اس آیت کریمہ میں اِن ہی تین عبادتوں: نماز، تلاوتِ کلام اللہ اور ذکر اللہ کو ایک جگہ جمع فرمادیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں شب قدر کی مقبول عبادت نصیب فرمائے۔ آمین

نعت

حفیظ محمود بلند شہری

سنتِ ختمِ رسل قصۂ طائف کا سبق
یاد روزانہ دلاتی ہے ہمیں سرخ شفق

پیروی آپؐ کی ہو جائے جو امت کو نصیب
خاک ابلیس کے چہرے پہ پڑے رنگ ہوفق

حل کیے آپؐ نے وہ مسئلے جو مشکل تھے
سہل اسلوب میں سمجھا دئے اسرارِ ادق

آپؐ کے نور کی برکت سے یہ کیا کیا چمکا
کہکشاں چاند ستارے زر وسیم و ابرق

جس کی خالق کرے تعریف وہ تخلیق ہیں آپؐ
نعتِ احمدؐ سے سجائے گئے قرآں کے ورق

رحمتِ عالمیں خالق نے تمھیں فرمایا
فیضیاب آپؐ کی رحمت ہیں سب چودہ طبق

جسمِ اطہر کے پسینے سے ہیں سب شرمندہ
عنبر و مشک و گلاب اور چنبیلی کے عرق

کتنے بد بخت تھے وہ سرکش و بوجہل صفت
معجزوں کو بھی کہا کرتے تھے جادو احمق

کوئی ثانی نہیں پیغمبرِ اعظم کا حفیظؔ
آپؐ نے ایک اشارے سے کیا چاند کو شق

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ماہِ رمضان

خصائص وامتیازات

مفتی رفیع الدین حنیف قاسمی وادی مصطفیٰ شاہین نگر حیدر آباد

ویسے تو امت محمدیہ کو بے شمار خصائص اور امتیازات سے مختلف مواقع پر نوازا گیا ہے، لیکن رمضان میں شب قدر کے علاوہ بھی دیگر خصوصیات اور امتیازات ایسی ہیں جن سے یہ امت ممتاز کی گئی ہے، اور اس کو یہ فضیلت اور شرف حاصل ہے کہ مندرجہ ذیل پانچ خصوصیات اسے ہمارے نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور تقدس میں عطا کی گئی ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا میری امت کو رمضان میں پانچ چیزیں ایسی دی گئی ہیں جو اس سے پہلے کسی امت کو نہیں دی گئیں، روزہ دار کے منہ کی بو اللہ کے نزدیک مشک کی خوشبو سے زیادہ پاکیزہ ہے، افطار تک فرشتے ان کے لئے استغفار کرتے رہتے ہیں، اللہ تعالی روزانہ جنت کو مزین فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے اپنے اوپر سے محنت وتکلیف کو اتار پھینکیں گے اور تیرے پاس آئیں گے، اس مہینے میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔ لہٰذا غیر رمضان میں انہیں جو آزادی حاصل ہوتی ہے وہ اس مہینے میں نہیں ہوتی اور ماہ رمضان کی آخری رات میں روزہ داروں کی بخشش کردی جاتی ہے، کسی نے پوچھا یا رسول اللہ! صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیا یہی شب قدر ہے؟ فرمایا نہیں البتہ بات یہ ہے کہ جب مزدور اپنی مزدوری پوری کرلے تو اسے اس کی تنخواہ پوری پوری دے دی جاتی ہے۔ (مسند احمد)

اس حدیث میں پانچ امور بتائے گئے ہیں جو امت محمدیہ کو رمضان المبارک میں امتیاز اور خصوصیت کے طور پر عطا کئے گئے ہیں جو اس قبل امتوں کو عطا نہیں کئے گئے؛ تاکہ ہمارے نبی پاک ﷺ اور امت کی شان کا اظہار ہوسکے اور ان کی فضیلت اور ان کے لئے ثواب اخروی کا خزینہ اور سامان بھی مہیا ہوجائے۔

۱) روزہ دار کے منہ کی خوشبو

روزہ دار کی منہ کی بو کو مشک کی خوشبو سے بہتر قرار دیا گیا، یا تو اس کا مطلب یہ ہے جیسا کہ شراح حدیث نے بیان کیا ہے کہ روز قیامت روزہ دار کے منہ کی بو اللہ عزوجل کے یہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہوگی، یا اس سے مراد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ مخلوق کو پتہ ہونا چاہئے کہ جس معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے روزہ دار کے منہ سے بو آرہی ہے، یہ بو اللہ عزوجل کے یہاں مشک کی خوشبو سے بہتر ہے، یعنی مخلوق جس بو کو سب سے زیادہ ناپسند کرتی ہے، اس کو مخلوق کے یہاں سب سے زیادہ پسندیدہ خوشبو مشک سے تشبیہ دی گئی ہے۔

اس سے یہ بھی پتہ چلا کہ روز قیامت اعمال کی بھی ایک مخصوص قسم کی خوشبو ہوگی، جس میں روزہ کی خوشبو کو مشک کی خوشبو سے تشبیہ دی گئی ہے، یہ ایسی خصوصیت ہے جو صرف امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا کی گئی ہے۔ (فیض القدیر: ۲/۳۰۷)، یہی وجہ ہے کہ علامہ شوکانی فرماتے ہیں کہ امام شافعی کا مذہب ہے کہ زوال کے بعد مسواک نہ کی جائے کہ اس کی وجہ سے یہ خوشبو ختم ہوجاتی ہے، جس میں وہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حدیث سے استدلال کرتے ہیں ''جب تم روزہ سے ہو تو صبح کو مسواک کرو، شام میں مسواک نہ کرو، کیونکہ جس روزہ دار کے ہونٹ شام میں خشک ہوتے ہیں وہ روز قیامت اس کے لئے نور ہوں گے'' کانتا لہ نورا بین عینیہ یوم القیامۃ'' علامہ شوکانی اس روایت کو ضعیف قرار دے کر جمہور کا مسلک یہ بتایا ہے کہ مسواک صبح وشام ہر وقت روزہ کی حالت میں مسنون ہے، بہر حال یہ بو دانتوں کی وجہ سے نہیں؛ بلکہ معدہ کے خالی ہونے کی وجہ سے آتی ہے۔ (نیل الأوطار، باب السواک للصائم: ۱/۱۳۹)

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

۲)۔ فرشتے استغفار کرتے ہیں

دوسری خصوصیت روزہ دار کے لئے رمضان المبارک میں یہ بیان کی گئی ہے کہ اس کے لئے روزہ کی حالت میں فرشتے دعائے مغفرت کرتے رہتے ہیں، اور اللہ عزوجل سے اس کے لئے بخشش اور مغفرت کا سوال کرتے ہیں، اللہ کی یہ پاکیزہ اور مطیع وفرماں بردار مخلوق بھی ان کے لئے دعاء رحمت ومغفرت میں دن بھر جب روزہ دار روزہ سے ہوتا ہے وہ ان کے لئے مغفرت اور بخشش کی دعاء کرتے رہتے ہیں۔

۳)۔ جنت کی تزئین

رمضان المبارک میں جنت کی تزئین کی جاتی ہے، اس کو سنوارا اور سجایا جاتا ہے، چونکہ بندے رمضان المبارک میں روزہ رکھ کر، محنت ومشقت کرکے، دن کے روزے اور رات کی عبادت کے ذریعے رمضان المبارک کو معمور کرتے ہیں، اور بڑے مجاہدے اور مشقت کے دور سے گذرتے ہیں، اس وجہ سے اللہ عزوجل روزانہ جنت کو مزین فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ عنقریب میرے نیک بندے اپنے اوپر سے محنت وتکلیف کو اتار پھینکیں گے اور تیرے پاس آئیں گے۔

ایک دوسری روایت میں ہے: جنت کی رمضان میں ایک سال سے دوسرے سال تک لئے تزئین کی جاتی ہے، جب رمضان کا پہلا دن ہوتا ہے تو عرش کے نیچے سے ہوا چلتی ہے، جس سے جنت کے پتے حورعین پر گرتے ہیں، وہ کہتی ہیں: اے رب! اے اللہ اپنے بندوں کو ہمارا شوہر بنائیے، اس سے ہم اپنی آنکھوں کو ٹھنڈک عطا کریں گے۔ (شعب الایمان، فضائل شھر رمضان، حدیث: ۳۳۶۰)

۴)۔ سرکش شیطان مقید ہوتے ہیں

رمضان المبارک میں امت محمدیہ کے لئے مزید ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس مہینے میں سرکش شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے، لہٰذا غیر رمضان میں انہیں جو آزادی حاصل ہوتی ہے وہ اس مہینے میں نہیں ہوتی، یہی وجہ ہے کہ معاصی اور گناہوں میں رمضان کے موقع سے کمی واقع ہوتی ہے، شرابی، جواری، بدکار، سگریٹ نوشی کرنے والے سارے کے سارے لوگ رمضان المبارک کے اہتمام میں ان چیزوں سے رک جاتے ہیں۔ علامہ نووی شرح مسلم میں فرماتے ہیں: شیطان کے مقید ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ مخالفت اور نافرمانیوں سے بچ جاتے ہیں، سرکش شیاطین کے بند ہونے کا تذکرہ بے شمار روایات میں موجود ہے۔

۵)۔ لیلۃ الجائزۃ

آخری خصوصیت حدیث مذکورہ میں یہ بتلائی گئی ہے کہ امت محمدیہ جو رمضان بھر اعمال کرتی ہے، اور عبادتوں اور ریاضتوں میں اپنے آپ کو منہمک اور مصروف رکھتی ہے، اس کے نتیجے میں آخری رات میں ان کی بخشش اور مغفرت کی جاتی ہے۔ صحابہ نے سوچا شاید یہ لیلۃ القدر ہو، تو فرمایا: نہیں البتہ بات یہ ہے کہ جب مزدور اپنی مزدوری پوری کرلے تو اسے اس کی تنخواہ پوری پوری دے دی جاتی ہے۔ جس طرح محنت کرنے والے کو دن بھر کام کرنے والے کو آخری حصہ میں یا مہینے اور ہفتہ کے آخیر میں اس کی اجرت دی جاتی ہے، اسی طرح رمضان المبارک میں امت محمدیہ کے لئے خصوصا رمضان کی آخری رات میں، جس کو لوگ شاپنگ اور خریداری میں گذار دیتے ہیں، یہ اللہ سے اپنے اعمال کا انعام اور بدلہ لینے کی رات ہوتی ہے، جس کو اللہ نے امت محمدیہ کے لئے مخصوص کیا ہے، لیکن ہماری اکثریت اس رات کو شاپنگ، اور خوش گپیوں میں گذار دیتی ہے، اللہ کی جانب سے جو انعامی جلسہ منعقد ہوتا ہے، جہاں ان کو تمغوں سے نوازا جانا ہے اس میں شرکت نہیں کرتے، یہ کتنی بڑی محرومی کی بات ہے، کھلاڑی خوب محنت کرے اور سب سے زیادہ محنت کرے اور میڈل اس کے نام آئے اور وہ اس محفل سے غائب ہو جس محفل میں اس کو میڈل اور اس کی محنت کا پھل دیا جانا ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نسیم ھدایت کے جھونکے

محمد ایان سولیا سے ایک ملاقات

پیشکش: احمد اوّاہ ندوی

احمد اوّاہ: السلام علیکم ورحمت اللہ وبرکاتہ

محمد ایان: وعلیکم السلام ورحمت اللہ وبرکاتہ

س: ہمارے حضرت مولانا کلیم صاحب صدیقی کا فون آیا تھا کہ نسیم ہدایت کے جھونکے جس میں نیو مسلم کی کارگزاری شائع کی جاتی ہے، تاکہ امت کو دین کی طرف آنے اور دعوتی کام ہمارا فرض منصبی ہے یہ سمجھنے میں مدد ملے، اس لئے ہمارے حضرت نے آپ کا بھی، انٹرویو لینے کو کہا ہے؟

ج: جی ''نسیم ہدایت کے جھونکے'' سے لوگوں کو بہت نفع پہنچتا ہے، اور نو مسلموں کی قربانیاں سن کر اپنے ایمان پر استقامت، صبر اور اللہ پر توکل پیدا ہوتا ہے۔

س: بس اسی لئے آپ کا انٹرویو لینا تھا کہ آپ کے ساتھ بھی کچھ نہ کچھ حالات آئے ہوں گے، جیسے اور لوگوں پر آتے ہیں، اس سے ہمیں بھی اور دوسروں کو بھی نفع پہنچے؟

ج: حالات تو صحابہ پر تھے، ہمارے لئے تو صرف اللہ نے عافیت ہی عافیت رکھی ہے، اس لئے میں یہ کارگزاری دینا نہیں چاہتا تھا، پر ہمارے حضرت کے کہنے پر اب اپنی کارگزاری تو سنانی ہی ہوگی۔

س: آپ کا تعارف بتائیں کہ آپ کہاں سے ہیں، آپ کے گھر والوں میں کون کون ہے؟

ج: میرا نام محمد ایان شیورام سولیا ہے، پہلے میرا نام دیپیش شیورام سولیا تھا، ہم گجرات کے بھاؤنگر علاقہ کے رہنے والے ہیں، لیکن میرے دادا یہاں ممبئی میں آئے تھے تب سے ہم یہیں ہیں، گجرات جانا نہیں ہوتا، کیونکہ اب وہاں کچھ ہے ہی نہیں، ہماری پوری فیملی یہیں ممبئی میں شفٹ ہوگئی تھی، میرے والد، والدہ ایک چھوٹی بہن اور اس سے چھوٹا بھائی ہے وہ سب ساتھ ہی رہتے ہیں، میں نکاح ہونے کے بعد الگ رہنے لگا تھا، میں میری بیوی اور میری ۴؍سال کی بچی ہے، اس کا نام میں نے عائشہ رکھا ہے۔

س: آپ کو اسلام قبول کرکے کتنا وقت ہوگیا؟

ج: مجھے اسلام قبول کرکے تقریباً ۹؍سال ہوں گئے ہیں۔

س: اپنے قبول اسلام کی کچھ کارگزاری سنائیں؟

ج: اللہ کا احسان ہے کہ اللہ تعالی نے مجھے بن مانگے ہدایت دی، اللہ کا بہت بڑا کرم ہے احسان ہے اللہ نے مجھے ہدایت میری بیوی کے ذریعہ دی، یہ مجھ پر اللہ کا اور میری بیوی کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس کے سپورٹ کی وجہ سے ہی میں یہاں تک پہنچا ہوں، ہر وقت اس نے میرا ساتھ دیا اور اللہ کی طرف متوجہ کیا اور ہمارے حضرت اور ہمارے ساتھیوں کے مشوروں سے ہی مجھے استقامت ملتی گئی۔

س: تو سنایئے اپنی کارگزاری؟

ج: بات اصل میں ایسی ہے کہ میں اور میری فیملی ممبئی سے ایک گھنٹے کی دوری پر نالاسوپاڑا نام کے شہر میں رہتے ہیں، میں نے اپنی پڑھائی وہیں سے پوری کی تھی پھر ہم سب والد کی جوب کے لئے مستقل ممبئی شفٹ ہو گئے تھے، پر مجھے میرے بچپن کے دوستوں سے بہت محبت تھی، اس لئے پرانے شہران سے ملنے جاتا رہتا تھا اسی طرح ایک بار میں وہاں ان سے ملنے گیا تھا تو مجھے ایک اور پرانی دوست مل گئی جو کہ مسلم تھی، بہت دنوں کے بعد ملنے کہ وجہ سے ہم لوگ بہت باتیں کرنے لگے اور پھر بات بڑھتی گئی، اور میں نے اس سے اپنی فیلنگ کے بارے میں بتا دیا تو اس نے مجھے کہا کہ ہمارا رشتہ نہیں ہوسکتا ہے، کیونکہ میں مسلم نہیں تھا اور پھر یہ بات

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کہہ کر وہ بھی میرے لئے ایسی ہی فیلنگ کرنے لگی تو میرے دل نے اسلام قبول کرنے کا فیصلہ کرلیا، پھر بھی میں نے اپنے بہت اچھے دوست جس کا نام بھاویش ہے، اس سے مشورہ کیا تو اس نے مجھ سے کہا کہ تو ہاں بول دے کہ تو مسلمان ہوتا ہے، اس وقت میں نے مسلمان بننے کا اتنا سیریس ڈیسیزن نہیں لیا تھا، لیکن اس کے بعد بس بات ہوتی چلی گئی۔

س: پھر آپ کیسے مسلمان ہوے؟

ج: بس وہی بتانے جا رہا ہوں کہ پھر اس لڑکی نے مجھے (IRF) اسلامک ریسرچ فاونڈیشن جو کہ ڈاکٹر ذاکر نائیک کا آفس ڈونگری ممبئی میں تھا، وہاں جانے کو کہا کلمہ پڑھنے، تو میں نے ایک کالج کے دوست سے جو مسلمان ہی تھا اپنی بات بتائی، اور اپنے ساتھ (IRF) چلنے کو کہا، اللہ کا کرم ایسا ہوا کہ اس کے انکل وہاں (IRF) میں کام کرتے تھے، انھوں نے مجھے ایک بھائی سے جو دعوت دینے میں اچھے تھے، ان سے ملوایا، اور وہاں انہوں نے مجھے دلائل کے طور پر اسلام حق ہے یہ سمجھایا اور کلمہ پڑھوایا۔

س: تب سے ہی آپ نے نماز شروع کردی یا باقی کچھ اور سیکھنا سکھانا بھی رہا؟

ج: نہیں میں نے تو بس ایسے ہی کلمہ پڑھ لیا تھا، پر ہمارے حضرت اکثر یہ بات کہتے ہیں کہ جب دعوتی کیمپ میں جاؤ تو اپنے مدعو کو کلمہ پڑھوالو، کیا بعید ہے کہ کلمہ کا اثر پڑ جائے، اور ایک مثال دیتے ہیں کہ جب مریض کے پیٹ میں دنیا کے ڈاکٹر کی دوائی کھا کر اس کا پیٹ درد، یا سر درد ٹھیک ہو جاتا ہے تو یہ کلمہ جو ساتوں آسمان اور ساتوں زمین سے افضل ہے یہ ہمارے اندر جانے سے اثر کیوں نہیں کرے گا۔ بس پھر اس کلمہ نے میرے اندر جانے کے بعد اپنا اثر دکھانا شروع کر دیا۔

س: کیسے؟ بتائیں ہمیں بھی؟

ج: میں اپنے گھر سے دور ایک جیم میں جایا کرتا تھا وہاں ایک ہمارے ایمان والے بھائی بھی آتے ہیں کچھ لوگ ان کو مولانا مولانا کہہ کر پکارا کرتے تھے، میں نے بس ایک بار ان سے کچھ پوچھنا چاہا، وہ مجھے حکمت سے کہہ کر کہ وہ تو مولانا نہیں ہے پر اپنی مسجد کے مولانا سے ملوا سکتے ہیں، یہ کہہ کر مسجد لے گئے اور بجائے کسی مولانا سے ملوانے کے مسجد کی جماعت کے ساتھیوں سے ملوایا اس بھائی کا نام فاروق تھا اور ان کی زبان میں لکنت بھی تھی، ٹھیک سے بات نہیں کر پا رہے تھے، پر امت کے غم کی وجہ سے اللہ نے ان سے کام لینے کا فیصلہ کر دیا، اس لئے ہم سب ایمان والوں کو چاہئے کہ ہم اپنے اندر امت کا غم پیدا کریں، تب جا کے اللہ تعالی ہم سے کام لینے کا فیصلہ کریں گے، ایک بزرگ نے کہا ہے کہ صحابہ کی کامیابی کا راز یہ ہے کہ ان کے دلوں میں غیر مسلم کی ہدایت کے جذبہ کے علاوہ اور کوئی چاہت نہیں ہوتی تھی، جب تک ہمارے دلوں سے ان کے مال، ان کی حکومت اور ان سے بدلہ لینے کا جذبہ ختم نہیں ہوگا، تب تک عمومی طور پر اللہ تعالی ہم سے ان کی ہدایت کا کام نہیں لیں گے، خیر شروع میں میں تھوڑا مسجد جانے سے شرم محسوس کرتا تھا، تو وہ مجھے باہر ہوٹل میں چائے کے بہانے لے گئے اور بات چیت کرنے لگے، میں بھی ان لوگوں سے ۲ یا ۳ دن تک مسلسل ملتا رہا، پر مسجد نہ جاتا تھا، ایک دن انہوں نے مجھے مسجد میں بلایا، وہ سنڈے مسجد کے گشت کا دن تھا، اس دن میں نے بھی نماز پڑھی، اور ان کے گشت میں شامل ہوا اور اللہ کے نبیوں کے قصہ سن کر میں رونے لگا، میری کیفیت بدلتی جا رہی تھی، اس سے پہلے مجھے کبھی ایسی فیلنگ نہیں آئی تھی جو اس دن آئی۔

س: پھر اپنے گھر والوں کو آپ نے اسی وقت بتا دیا تھا؟

ج: نہیں اللہ کا شکر ہے میں ہر کام اپنے بڑوں کے مشوروں سے ہی کرتا تھا، میں روزانہ کالج سے نکل کر مسجد جانے لگا اور دین کی ساری چیزیں سیکھنا شروع کر دیں، مسجد میں مجھے سکون ملنے لگا اور روزانہ جماعت کے ساتھیوں سے مسلمان بھائیوں سے ملاقات ہونے لگی اور کام کا مذاکرہ ہونے لگا، یہی بنیادی وجہ بنی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میری ایمان کے مضبوط ہونے کی، روزانہ تعلیم میں صحابہ کی قربانیوں کے واقعات سے میری دل کی کیفیت بدلنے لگی، اور اللہ سے تعلق اور امت کا غم دھیرے دھیرے بڑھنے لگا۔

س: اللہ کا احسان ہے کہ آپ کو پوری ہدایت مل گئی؟

ج: الحمدللہ ایسے ہی چلتا رہا کچھ دن، ایمان کی خوشبو ایسی ہے کہ اس کی خوشبو کتنی ہی چھپا لو وہ تو بہر حال باہر آ کر ہی رہے گی

س: مطلب آپ کے گھر والوں کو بھی پتہ چل گیا؟

ج: اصل میں ایسا ہوا کہ روزانہ ایمان کی محنت نے اور انسانیت کے جہنم کی طرف جانے نے مجھے اتنا بے چین کر دیا کہ اسلام کو چھپانا میرے لئے بوجھ بن گیا تھا، لیکن صحابہ کی سیرت اور ساتھیوں کے مشوروں نے مجھے روکا ہوا تھا۔

س: تو پھر آخر گھر والوں کو پتہ کیسے چلا؟

ج: یہی لڑکی جس کی وجہ سے اللہ نے مجھے دعوت دی، میں اس سے ملنے گیا، تو اچانک میرے والد نے ہم دونوں کو ایک ساتھ دیکھ لیا، اور پھر گھر جانے کے بعد بہت غصہ ہوئے، پھر اسلام اور مسلمانوں کے بارے میں باتیں ہونے لگیں، میرا دل اس کو برداشت نہ کر سکا اور میں نے کہہ دیا کہ مجھے آپ کو بھی ملوانا ہے ایک مسلمان بھائی سے، پھر میں نے وہیں مسجد کے ساتھی سے کہہ دیا کہ آج آپ میرے والدین کو دعوت دے دیجئے، تاکہ وہ بھی مسلمان ہو جائیں اور مسلمانوں کے خلاف جو اُن کے دل میں بغض ہے، وہ نکل جائے اور وہ ہمیشہ کی جہنم سے بچ جائیں، تو ہمارے والدین نے ہماری پھوپھی اور دادی کو بھی ساتھ لے لیا، ہم مسجد کے قریب ایک ہوٹل میں بیٹھے تھے کہ مسجد کے ساتھی آ گئے اور اچانک بہت سارے ساتھی آ گئے، یہ دیکھ کر ہمارے والدین ڈر گئے اور اسلام کی دعوت پہنچنے کے بجائے تھوڑا غلط امپریشن پڑ گیا، پھر بھی میں کچھ چیزیں سیکھنے جاتا تھا، تو وہاں رو رو کر اپنے ساتھیوں سے کہتا تھا کہ انہیں دعوت دے دو اور وہ اشاروں میں منع کرتے رہتے، نا امید ہو کر ہم گھر پہنچے، اور ہمارے سارے رشتہ دار مجھے وہاں سمجھانے اور اسلام کے خلاف بہکانے لگے، اور والدین مجھے مارنے پیٹنے لگے اور میرا گھر سے باہر نکلنا بند کر دیا، کیونکہ کالج کی چھٹیاں ہو گئی تھیں، اللہ کا احسان ہے کہ اللہ میری نمازوں کی حفاظت فرماتے رہے، میں کچھ نہ کچھ بہانے سے نماز پڑھ لیتا اور کبھی ایسا موقع آتا کہ گھر والے سب موجود ہیں، تو میں گھر ہی میں اشاروں سے نماز بھی سیکھ لی تھی فجر کے وقت جب لوگوں کے اٹھنے کا وقت ہوتا تو فجر کی نماز میں بستر میں اپنے اوپر چادر ڈال کر ہی پڑھ لیتا یا کبھی کبھی باتھ روم میں بھی جا کر، اللہ کا احسان ہے اس حال میں اللہ سے تعلق خوب جوڑے رکھا، میری تہجد کبھی نہ چھوٹتی اور تہجد میں اللہ سے خوب رو کر پوری امت کے لئے، خصوصاً اپنے گھر والوں کے لئے مانگتا، پھر اچانک ایک دن ایک مولانا جن سے میرا اچھا تعلق تھا، انہوں نے کہا فلاں جگہ دعوتی کیمپ لگا ہے، اور ان سے حضرت مولانا کلیم صدیقی کا تذکرہ ہوا، مجھے حضرت کے بارے میں سن کر ان سے ملنے کا شوق ہوا، میں نے کہیں سے ان کا نمبر نکالا، پر فون کنیکٹ ہی نہیں ہوتا تھا، ایک دن میں نے فون کیا حضرت کو، تو کال لگ گئی، الحمدللہ حضرت سے بات ہوئی، تو حضرت نے بتایا کہ وہ یہیں ممبئی میں دوسرے دن آنے والے ہیں، اور مجھے ملنے بلایا، ایک بیان کے بعد وہ مجھے ساتھ لے گئے، جہاں ان کا قیام تھا اور میں نے اپنی کارگزاری بھی سنائی اور اسی طرح جب بھی حضرت یہاں ممبئی آتے تھے، میں ملنے جاتا اور دعوتی کیمپ میں دعوتی مشوروں میں شریک رہتا، اس طرح اللہ تعالیٰ مجھے استقامت دیتے رہے، اور پھر ہماری مسجد میں تین دن اور ۴۰ دن کی جماعتیں آتی رہتی تھیں، اس میں میں ان کے ساتھ وقت گزارتا رہا اور دین کو سیکھتا رہا، اس ماحول میں ہمیشہ جماعتوں کی تشکیل میں چار مہینے کی میں بھی نیت کرتا، پر کبھی وقت نہیں لگا پایا۔

ہم سب دوست اپنی پڑھائی کے بعد ۴ مہینہ لگانے کی نیت کرتے، پھر ہم سب کے فائنل اکزام ختم ہوئے تو سب لوگ چار

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مہینہ جماعت میں جانے کی تیاری کر رہے تھے ، میں نے بھی تیاری شروع کر دی، ہمارے علاقہ میں جہاں میں رہتا تھا وہاں بھی ایک مسجد تھی، وہاں کے مسلمانوں کا حال صحیح نہیں تھا، اور وہاں تبلیغ کی محنت کی ضرورت تھی، وہاں میں نے اور میرے ایک دوست حسان نے محنت کرنے کا ارادہ کیا اور وہاں کے بھی کچھ ساتھی محنت میں لگ گئے ،اور وہیں سے جماعت میں جانے کے لئے کچھ ساتھی مل گئے ، میں اپنی جماعت میں جانے کی تیاری کرتا تھا، میں نے یہ ترکیب سوچی کہ ہمیشہ سب کالج میں گریجویشن کے بعد کمپنیاں جاب پلیسمنٹ دیتی ہیں، یہی سوچ کے میں نے پلان بنایا کہ جماعت میں جانے کے لئے یہی بہانہ اچھا ہوگا ،تو میں ایک نے ڈپلی کیٹ کمپنی کا آفر بنایا اور اپنے ہی گھر پر وہ جاب لیٹر پوسٹ کرا دیا کہ مجھے جاب ملی ہے، پر اس کے لئے ۶ /مہینے کے لئے چینئی میں ٹریننگ کے لئے جانا ہوگا ،اور والدین کو کنورس کر لیا، ہمارے جماعت کے ساتھی مجھے منع کرتے رہے وہ راضی نہیں تھے مجھے جماعت میں بھیجنے کے لئے ، کیوں کہ روزانہ کے میرے حالات ان کے سامنے تھے کہ کیسے میں روزانہ مشکلوں سے مسجد آتا تھا اور گھر والوں کا ٹارچر برداشت کرتا تھا، یہ ایک سوچ ہمارے ساتھیوں کی تھی ،لیکن ایک سوچ میرے اللہ کی تھی جب جماعت میں جانے کا دن آیا تو میں ذہنی طور پر بھی تیار تھا اور اپنے والدین کو بھی سمجھا چکا تھا کہ میرے دوست بھی ہیں وہ یہاں مجھے لینے آئیں گے اور ہم سب ساتھ جائیں گے کوئی تکلیف نہیں ہوگی وغیرہ وغیرہ۔ پر اللہ بھی اپنے بندہ کو کچھ دینے سے پہلے کچھ نہ کچھ امتحان لیتے ہیں، جو اس امتحان میں پاس ہوگیا تو اس کے درجے بڑھا دیتے ہیں، اب تک سب کچھ صحیح تھا، پر اللہ کا امتحان ایسا ہوا کہ میرے گھر والوں نے کہا کہ ہم تجھ کو چھوڑنے کے لئے اسٹیشن آئیں گے، بس یہ سنتے ہی میں نے اناللہ پڑھا، اور ٹینشن میں آ گیا، کیونکہ میں نے گھر والوں کو ۲/ بجے کی ٹرین بتائی تھی، حالانکہ جماعت میں جانے کے لئے شام ۷/ بجے کی ٹرین تھی، میرے ساتھی میرا انتظار مسجد میں کر رہے تھے اور روانگی کی بات چل رہی تھی اور میں ا/ بجے اسٹیشن پر پہنچ گیا تھا، میں والدین کو سمجھا تا رہا کہ آپ چلے جائیں، میرے دوست آتے ہوں گے اور اپنے ساتھیوں سے والدین کو کال کرائی کہ وہ چینئی جانے کے لئے اسٹیشن آرہے ہیں آپ لوگ فکر نہ کریں، پر والدین نہ مانے اور میں ایک ٹرین میں بیٹھ گیا یہ کہہ کر کہ میرے دوست آگے والے دو اسٹیشن کے بعد آئیں گے، جیسے ہی میں ٹرین میں بیٹھا تو میری امی بھی ٹرین میں آ گئیں اور کہنے لگیں کہ میں بھی آگے تک چلوں گی، اور میرے ابا بھی اسی ٹرین میں آ گئے اور دوسری بوگی میں بیٹھ گئے، میں گھبرا گیا کہ اب کیا ہوگا، وہاں ہمارے ساتھیوں نے آپس میں مشورہ کر لیا کہ مجھے اب جماعت میں نہیں لے جائیں گے، پھر بھی میں نے ہمت نہیں ہاری ، مجھے تو جماعت میں جانا ہی تھا، پھر میں اور میرے والدین آگے والے اسٹیشن پر اتر گئے یہ کہہ کر کہ میرے دوست نہیں آ رہے ہیں، یہ سن کر میرے والدین غصہ میں آ گئے اور انہوں نے مجھے پولیس اسٹیشن جانے کا مشورہ دیا، کہ ہم جا کر ان کے خلاف کمپلین کریں ، میں نے انہیں اطمینان دلایا کہ میرے دوست کے ابا خود پولیس آفیسر ہیں وہ سب دیکھ لیں گے، پھر ہم گھر آ گئے اور میں مایوسی کی ایکٹنگ کرنے لگا تا کہ انہیں لگے کہ مجھے جاب کے لئے جانے کو نہیں ملا اس لئے مایوس ہوں۔

میں سیدھا مسجد گیا نماز پڑھی اور اللہ سے بہت مانگا آپ نے ساتھیوں کو روانہ کیا اور میں مایوس ہو کر روتے روتے گھر آ گیا ، چہرے پر رونے کے آثار بھی تھے، میرے والدین کو لگا کہ جاب کے لئے جانے کو نہیں ملا اس لئے رو رہا ہوں، میں نے ایک کوشش کرنا چاہتا تھا، میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ میرے گھر ایک کال کر کے کہیں کہ دوسرا ایک گروپ ابھی شام ۷/ بجے کی ٹرین سے جانے والا ہے، آپ چاہیں تو اپنے بیٹے کو بھیج دیجئے، میرے والدین تیار ہو گئے ،لیکن ٹرین اسٹیشن سے نکل چکی تھی، میں نے

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

وہی بیگ جو پیک تھا، وہ اٹھایا اور اپنے دوست بہاولیش کو لے کر نکلا اور اگلے والے اسٹیشن پر چلنے کو کہا، اللہ کا شکر ہے کہ میں اسٹیشن پہنچ گیا ابھی ٹرین آنے میں کچھ منٹ تھے، ٹرین آنے ہی والی تھی کہ میرے والدین اس اگلے والے اسٹیشن پر پہنچ گئے، میں نے اس باران کوٹرین کے اندر بھیڑ ہونے کی وجہ سے آنے نہیں دیا اور بہت خوشی خوشی اپنے دوستوں سے ملا، وہ بھی مجھے دیکھ کر بہت خوش ہوئے اور اس طرح اللہ نے مجھے جماعت میں جانے کے قابل کیا اللہ کا احسان ہے اسی طرح سیکھتے سکھاتے پورے ۴ر مہینے لگ گئے واپسی کے وقت ایک اور آزمائش تھی کہ میں نے اپنی ڈاڑھی بڑھالی تھی اور عمامہ پہن لیا تھا، تو ہمارے بڑوں نے حکمت سے سمجھا کر اپنی ڈاڑھی کاٹنے کے لئے کہہ دیا، میرے دل پر اس کا بوجھ تو بہت تھا، پر اپنے بڑوں کے کہنے پر چلنا ہی تھا کیونکہ اپنی مرضی کا نام دین نہیں ہے، بلکہ بات کو ماننے کا نام دین ہے، پھر میں اپنے گھر والوں سے ملا، اچانک سرپرائز کی وجہ سے وہ بہت خوش ہوگئے اور کہنے لگے کہ میں کچھ بدلا بدلا سا لگ رہا ہوں، میں نے ان کی بات کسی بہانے سے کاٹ دی پھر بھی ان کو کچھ شک تو ہو ہی گیا تھا۔

س: پھر آپ نے گھر جا کر کیا کیا؟

ج: بس پھر اسی طرح پہلے کی طرح میں اپنی زندگی چھپ چھپ کر گزارنے لگا۔

س: آپ کے گھر والوں میں کچھ نرمی آئی؟

ج: جی ہاں، روز روز کی میری عادتوں سے وہ عاجز تو آ گئے تھے، بس سناتے اور ٹارچر کرتے تھے، مارنا بند کر دیا تھا، لیکن یہ ٹارچر مارسے زیادہ سخت ہوتا، کیونکہ اس سے ذہنی طور سے انسان ڈسٹرب ہو جاتا ہے، اسی وجہ سے میں آگے پڑھنے کی بھی ہمت نہ کر سکا۔ خیر پھر ایک قصہ ہوا کہ میرے ایک چاچا جن سے مجھے بہت محبت تھی مسلسل شراب کے عادی تھے وہ اتنی زیادہ پینے لگے کہ ان کے لیور پر اثر ہو گیا، ساتھ ہی ٹائی فائٹ ہو گیا، انہیں ہوسپٹلائزڈ کیا اور ہم ان کی خدمت میں لگ گئے، دن بہ دن ان کی طبیعت خراب ہوتی جارہی تھی اور میں ٹینشن میں تھا کہ اگر وہ اسلام نہ لائے تو ہمیشہ کے لئے جہنم میں جلنا ہوگا، تو میں نے کچھ اپنے ساتھیوں کو ان پر دم کرنے اور حکمت کے ساتھ دعوت دینے کے لئے بلایا مگر وہ ایمان نہیں لائے، دوسرے دن میں انٹرویو کے لئے جا رہا تھا تو مجھے کال آئی کہ چاچا کو کچھ ہو گیا ہے، میں اور زیادہ ڈر گیا ان کی آخرت کے اعتبار سے، میں ہوسپٹل پہنچا تو چاچا تو سکرات میں جا چکے تھے، میرے ہوش اڑ گئے، میں سوچ رہا تھا کہ میں نے انہیں پہلے دعوت کیوں نہیں دی، یہ سوچتے سوچتے روتے ہوئے مسجد پہنچا اور دو رکعت نماز پڑھی اور اللہ سے مانگنے لگا کہ ایک بار چاچا کو ہوش آجائے، تاکہ میں انہیں دعوت دوں اور ان کو سمجھاؤں، میں دعا میں ہی تھا کہ فون آیا چاچا کو ہوش آ گیا ہے اور وہ مجھے بلا رہے ہیں، میں ہوسپٹل پہنچا تو دیکھا کہ چاچا ہوش میں ہیں، لیکن میرے سارے رشتہ دار سامنے ہیں اور ان کو دعوت دوں تو کیسے، میں نے ہمت کی کہ میں انہیں دعوت ضرور دوں گا، میں ان کے پاس گیا اور ان کے کان میں کہا کہ چاچا ہم سب کو ایک دن مرنا ہے اور اللہ کے پاس جانا ہے اور اسی کو اپنی زندگی کا حساب دینا ہے اور حضرت محمد ﷺ ہی ہمارے رسول ہیں، اس کو آپ میرے کان میں ایک بار کہہ دیجئے، پھر میں نے ان کے سامنے کلمہ پڑھا اور اس کا ترجمہ بھی اور وہ بھی میرے پیچھے پیچھے کلمہ اور ترجمہ دہراتے رہے، اور میرے رشتے دار بھی یہ سب دیکھتے رہے، لیکن اللہ نے ان کے دلوں کو نرم کر دیا اور ان لوگوں نے مجھے کچھ نہیں کہا، اپنے ان چاچا کے کلمہ پڑھنے کے بعد مجھے اتنی زیادہ خوشی ہوئی کہ مجھے ان کے مرنے کا بھی زیادہ غم نہیں ہوا، اس کے بعد وہ پھر سکرات میں چلے گئے، پھر ایک بار ہوش میں آئے اور پھر سکرات میں چلے گئے، اسی میں ان کا انتقال ہو گیا، میں نے حضرت کو کال کی اور یہ بات سنائی اور بتایا کہ ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا ہے تو حضرت بہت خوش ہوئے اور مجھے یقین

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے، کہ ان کا ایمان پر خاتمہ ہوا۔

س: آپ کے گھر میں سے کوئی اور بھی اسلام میں آیا؟

ج: بس اللہ سے یہی دعا ہے کہ ہمارا پورا خاندان اسلام قبول کرلے، وہ اسلام کے تھوڑے قریب آئے ہیں، چچا کے انتقال کے بعد میں نے بہن کو بھی دعوت دی اور اس نے کلمہ بھی پڑھ لیا، میں نے اسے آپ کی امانت اور نسیم ہدایت کے جھونکے بھی دی، اور اسے پاس کے محلّہ میں ایک آپا کے پاس کچھ سیکھنے بھی بھیجا، اس کے باوجود وہ اسلام سے دور ہی ہوتی گئی، میں اسے سمجھانے کی کوشش کرتا رہتا ہوں اور بھائی کو بھی دعوت دیتا رہتا ہوں۔

س: اللہ کرے آپ کے گھر والوں کو ہدایت مل جائے؟

ج: اللہ آپ کی دعا قبول فرمائے۔ آمین

س: آپ کتنے وقت اپنے گھر والوں کے ساتھ رہے؟

ج: میں تقریباً ۵/سال تک اپنا اسلام چھپا کر اپنے والدین کے ساتھ رہتا تھا۔

س: پھر آپ نے الگ رہنا کیسے شروع کیا؟

ج: جب میں جماعت سے چار مہینہ لگا کر آیا تو آئندہ سال ۴۰/دن جانے کا وقت آگیا اور میرے لئے چھپ چھپ کر اسلام کو فالو کرنا مشکل ہوگیا، تو اس بار میں نے صاف صاف اپنے گھر پر ۴۰/دن جماعت میں جانے کی بات کی، وہ لوگ پھر غصہ میں آگئے، میں نے بھی کہہ دیا کہ میں تو جا کر رہوں گا، اور پورے دن گھر نہیں گیا، اور ان کا فون نہیں اٹھا رہا تھا، تو وہ مجھے ڈھونڈتے ڈھونڈتے مسجد میں آگئے اور مجھے وہاں سے لے کر چلے گئے، دوسرے دن بھی میں نے جماعت میں جانے کو کہا، وہ اور غصہ میں آگئے اور پولیس اسٹیشن جا کر کمپلنٹ کردیا، انہیں شک تھا کہ میں کسی غلط گروپ میں تو نہیں چلا گیا، یہ حالت مجھ پر بہت سخت گزری، مجھے پولیس اسٹیشن بلایا گیا، اور انٹیروگیشن ہوا اور مجھے اسلام سے ہٹانے کی کوشش ہونے لگی، پولیس مجھے مینٹلی ٹارچر کرتی رہی، اگلے ہی دن مجھے پھر بلایا تو وہاں اینٹی ٹیرراِزم والے افسر کو بلایا وہ مجھے ممبئی کے ہیڈ آفس میں لے گئے، وہاں مجھ سے پوچھ تاچھ کرنے لگے کہ میں جماعت میں کہاں جاتا ہوں، وہ لوگ کیا کرتے ہیں وغیرہ، میں نے بھی کہہ دیا کہ اسلام قبول کرنا یا نہ کرنا میرا ڈیسزن ہے اور کوئی مجھے اس سے روک نہیں سکتا، وہاں کی پولیس مجھ پر پریشر ڈالنے لگی، تاکہ میں اسلام سے پھر جاؤں، اور میرے ذہن میں یہ بات تھی کہ دعوت ہی سارے مسئلہ کا حل ہے، اس لئے میں نے ہمت کرکے وہاں کے سارے پولیس آفیسرز کو توحید، رسالت، آخرت کی بات کرکے انہیں دعوت دے دی، میری مضبوطی دیکھ کر یہ لوگ مجھے ایموشنلی پریشر کرنے لگے، اور پھر وہ لڑکی جس نے مجھے دعوت دی تھی، اس کے بارے میں پوچھ تاچھ کرکے اسے اور اس کے گھر والوں کو پولیس اسٹیشن بلایا، تاکہ وہ میرا ساتھ چھوڑ دے اور میں اسلام چھوڑ دوں، ان کو یہ لگتا تھا کہ میں لڑکی کے لئے مسلمان ہوا ہوں، انہیں پتا نہیں تھا کہ میرے دل میں اللہ اور اس کے رسول کی محبت آچکی تھی اور میں اسلام کے لئے ساری قربانیاں دینے کو تیا ہو چکا تھا، وہ روزانہ مجھے اور اس لڑکی کو پولیس اسٹیشن بلاتے اور پریشر کرتے، کسی طرح ہم نے ریفرینس لگا کر پولیس سے اپنا پیچھا چھڑوایا، پھر بھی کئی دنوں تک میرا فون ٹیپ ہوتا رہا کہ میں کسی غلط گروپ سے تو نہیں جڑا ہوں، میرے گھر والوں نے بھی ہار نہ مانی، مجھے اموشنلی بلیک میل کرنے لگے، ایک دن جب میں نماز پڑھ کر گھر پہنچا، تو گھر والوں نے مجھے پھر اسلام چھوڑنے کو کہا، میں نے منع کیا، تو غصہ میں آکر گھر والوں نے سوسائڈ کرنے کی کوشش کی، میری امی نے اپنے اوپر کیروسین ڈال لیا، اور میرے ابا ماچس لگا کر ڈالنے لگے، لیکن ماچس نہیں جلی، میں نے موقع کا فائدہ اٹھا کر ماچس ان کے ہاتھ سے چھین کر پھینک دی، اور ان سے کہا کہ ٹھیک ہے میں اب مسجد نہیں جاؤں گا۔

س: پھر آپ نے اپنا گھر کب چھوڑا؟

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ج: میں نے اپنے ابا سے بات کی کہ میں الگ ہو جاتا ہوں ، میں اسلام کو نہیں چھوڑ سکتا اور آپ لوگ مجھے ایسے برداشت نہیں کر پائیں گے، اس لئے اچھا یہ ہوگا کہ میں الگ رہتا ہوں اور آتا جاتا رہوں گا، انہوں نے اپنے رشتہ داروں سے مشورہ کے بہانے اس بات کو ٹال دیا، لیکن میں گھر سے نکلنے کا ڈیسزن لے چکا تھا اور روز کے جھگڑوں سے پریشان ہو گیا تھا، اس لئے میں نے کہیں سے کچھ پیسوں کا انتظام کیا اور کرایہ پر ایک گھر دیکھ لیا اور اللہ کا نام لے کر نکل گیا اور والدین کو کال کر کے کہہ دیا میں الگ ہو رہا ہوں۔

س: تو آپ کے گھر والوں نے پھر کچھ کیا نہیں؟

ج: ایک ہفتہ تک تو بس کال کرتے رہے اور میں بھی ان سے بات کرتا رہا، ایک ہفتہ بعد میرے والدین اور میرے ایک رشتہ دار مجھے لینے آگئے، کہا کہ مجھے ان کے ساتھ چلنا پڑے گا، اس وقت بہت بحث ہوئی، میں نے ان کو بھی اسلام کی دعوت دی، لیکن وہ نہیں مانے، انہوں نے میرے چچا کے گھر لے جا کر چھوڑا، اور وہیں رہنے کو کہا، اب مجھے ایسے محلّہ سے چڑھ سی ہو گئی تھی اس لئے میں دوسرے دن وہاں سے نکل آیا، اور پھر کھلے عام اسلام کو فالو کرنے لگا، اس طرح میں تقریباً دس مہینہ اکیلے اور الگ رہا اور اسلام پر عمل کرتا رہا۔

س: پھر اس لڑکی کا کیا ہوا جس نے آپ کو راہ پر لگایا تھا؟

ج: الحمدللہ میں نے پھر ۱۰ رمہینہ بعد اس سے ہی نکاح کر لیا، اب ماشااللہ سب ٹھیک ہے، میں نے عالمیت بھی شروع کی ہے، یہیں ایک چھوٹا سا مدرسہ ہے، وہاں میں ۲ سے ۳ گھنٹے پڑھنے بھی جاتا ہوں، دعوت کے کام کی نسبت سے اللہ نے میرا بیرونی ملک میں بھی وقت لگوایا اور پابندی سے جماعت میں وقت گزارتا ہوں اور انفرادی طور پر بھی لوگوں کو دعوت دیتا ہوں اور کچھ لوگوں کو الحمدللہ کلمہ بھی پڑھوایا ہے، میرے والد، والدہ، بہن، بھائی مہینہ میں ایک دو بار مجھ سے ملنے آتے ہیں، میری بچی سے وہ بہت محبت کرتے ہیں اور اسلام کے بھی تھوڑے سے قریب آئے ہیں، وہ یہ سوچتے ہیں کہ میں جو کرتا ہوں صحیح کرتا ہوں، بس اسلام لا کر میں نے ٹھیک نہیں کیا ایسا ان کو لگتا ہے، الحمدللہ میرے گھر والوں کے تعلق سے خوابوں کے ذریعہ سے مجھے کئی بار بشارت ہوئی ہے اس لئے اللہ سے امید ہے کہ وہ میرے گھرانہ میں سب کو ہدایت دیں گے اور میری نسلوں میں بھی دین کے داعی پیدا فرمائیں گے۔

س: آپ ارمغان کے قارئین سے کچھ کہنا چاہیں گے؟

ج: یہی کہ ہم سب دعوت کے کام کو فرض منصبی سمجھیں، ورنہ ہم اللہ کی پکڑ کا ذریعہ بنیں گے اور قربانیوں اور مجاہدوں کے ساتھ اپنا کام کرتے رہیں، نہ جانے کتنے لوگ ہمارے آس پڑوس میں رہتے ہیں، اگر ان کے کان تک یہ بات نہ پہنچی کہ کلمہ پڑھ لو کامیاب ہو جاوگے تو ہماری پکڑ کا ذریعہ بنیں گے، حضرت نے ایک بار کہا تھا، ہر روز ایک لاکھ بیس ہزار لوگ ایسے مر رہے ہیں، جن کے کان میں یہ بات نہیں پہنچی ہے کہ کلمہ پڑھ لو ورنہ جہنم میں جاؤ گے، اب یہ لوگ جو مر رہے ہیں بغیر کلمہ کے اس میں ان کی نہیں ہماری غلطی ہے، اللہ کا دین ہمارا محتاج نہیں ہے، اگر ہم نے اس کام کو نہ کیا تو اللہ تو جانوروں سے بھی کام لینے پر قادر ہیں، بلکہ بتوں سے بھی اللہ نے کام لیا ہے، ایسی بہت سی کارگزاریاں ہمارے سامنے آئی ہیں، اللہ سے دعا کریں کہ ہمیں کام کا بنالیں۔

س: جزاک اللہ آپ نے اپنی کارگزاری سنائی، امید ہے کہ آپ کی کارگزاری سن کر لوگوں کو نفع پہنچے گا؟

ج: آمین۔ میں بھی ثواب کی امید کرتا ہوں اللہ سے

س: السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

ج: وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا علی میاں ندویؒ کے افکار کی عصری معنویت

جامعہ ام القریٰ مکہ مکرمہ کے سابق انگریزی استاد
ڈاکٹر عباد الرحمٰن نشاط سے ایک فکر انگیز انٹرویو

مولانا فتح محمد ندوی کھجناوری

افکار اور طریقہ کار

سوال (۱) انٹرویو کے اس حصہ میں ہم حضرت مولانا ندوی کے افکار، طریقہ کار اور دور حاضر میں اس کی معنویت کو سمجھنے کی کوشش کریں گے، اس سلسلہ میں سب سے پہلے یہ سوال پوچھنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے اپنے دینی کام کو منظم طور پر سرانجام دینے کے لئے کوئی اپنی جماعت یا پارٹی کیوں نہیں بنائی؟ کیا وہ ایک جماعت یا پارٹی بنا کر کام کو صحیح نہیں سمجھتے تھے؟

جواب: دیکھئے اس سوال کے دو پہلو ہیں اور یہ بہت ضروری ہے کہ ہم ان دونوں پہلوؤں کو ایک دوسرے کے ساتھ خلط ملط نہ کریں، پہلی بات تو یہ ہے کہ حضرت مولانا ندوی ان اکابرین امت کو نہ غلط سمجھتے تھے اور نہ ہی ان کے خلاف تھے جنہوں نے اپنے مشن کو بہتر طور پر پورا کرنے کے لئے اپنی ایک جماعت بنائی، یہ ایک بات ہے، دوسری بات یہ ہے کہ انہوں نے اپنے لئے یہ راہ پسند کی کہ وہ اپنی علاحدہ جماعت یا پارٹی بنانے کے بجائے اپنے آپ کو مسلمانوں کے سارے صحیح اور فائدہ مند مقاصد کے لئے کام کرنے والی جماعتوں کے لئے فارغ رکھیں اور جب جب اور جہاں جہاں وہ خیر کے کسی کام میں اپنا تعاون دے سکیں، وہ خلوص کے ساتھ مسلمانوں کے ساتھ کھڑے ہوں، یہ کام کرنے کا دائرہ اس سے بڑا تھا جس دائرہ میں اپنی ایک علیحدہ جماعت بنا کر کام کیا جا سکتا تھا، حضرت نے ایسے بیسیوں اداروں کا تعاون کیا جو الگ الگ میدانوں میں کام کرنے کے لئے بنائے گئے تھے اور اپنی الگ الگ شناخت رکھتے تھے، اگر ضرورت پڑی تو ان میں ذمہ دارانہ عہدہ بھی قبول کرلیا، مگر وہ کسی ایک ادارے کی اس طرح کلی پہچان نہیں بن گئے کہ ان کا وہ تعلق کسی دوسرے اسلامی ادارہ کے ذریعہ کئے جانے والے کسی اچھے کام کی تحسین یا اس میں معاونت میں رکاوٹ بن جائے، اس طرح وہ عالمی سطح پر مختلف النوع اسلامی کاموں میں شریک رہے اور زیادہ کام کر سکے

سوال (۲) مولانا کا تصوف کے بارے میں کیا نظریہ تھا؟

جواب: حضرت مولانا کا نظریہ وہی تھا جو ان کے شیخ حضرت مولانا عبدالقادر رائے پوری کا تھا کہ تصوف فی نفسہٖ ضروری نہیں، تزکیہ نفس ضروری ہے، وہ یہ مانتے تھے کہ اخلاص و محبت ہی ایک مسلمان کو ''احسان'' کے اونچے سے اونچے مقام تک پہنچا سکتی ہے، وہ یہ سمجھتے تھے کہ اگر اخلاص اور للّٰہیت کے حصول کے لئے نہ کوشش کی جائے اور نہ ہی اس کی اہمیت کو تسلیم کیا جائے تو انسان کا نفسانیت کا شکار ہو جانا لازمی ہے، اس لئے وہ یہ مانتے تھے کہ اس سلسلہ میں اللہ کے ایسے بندوں کی صحبت جنہیں اخلاص اور معرفت الٰہی کی دولت نصیب ہو اور ان کی تعلیم و رہنمائی سے ایک عام مسلمان کو بھی یہ دولت حسب مقدور حاصل ہو سکتی ہے اور وہ ایک سچا اور اچھا مسلمان بن سکتا ہے، یہ ان کے صرف مطالعہ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ یہ ان کا ذاتی تجربہ تھا۔

سوال (۳) تصوف کے نام پر آج جو غیر اسلامی رسم و رواج پنپ رہے ہیں ان کے بارے میں حضرت کیا فرماتے تھے؟

جواب : جو بات بھی اسلامی تعلیمات سے متصادم ہو چاہے وہ تصوف کے نام پر ہو یا کسی اور نام پر، حضرت مولانا کے یہاں بالکل ناقابل قبول تھی۔

سوال (۴) مولانا ندوی نے تصوف کو اپنی زندگی میں

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عملی حیثیت سے کیسے اپنایا؟

جواب: مولانا تصوف کو اخلاص وللّٰہیت حاصل کرنے کا ایک عملی راستہ سمجھتے تھے اور اس سلسلے میں وہ اپنے متوسلین کو جتنا اس مقصد کے حصول کی طرف متوجہ کرتے تھے اس سے بہت زیادہ انہوں نے اس فکر کو اپنے دل سے قریب کر رکھا تھا، انہوں نے مجھے ایک بار ایک شعر لکھ کر اس بات کی طرف متوجہ فرمایا تھا:

عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا ، بے آہِ سحر گاہی

انہوں نے خود ذاتی طور پر ذکر اور اس سلسلہ کے دوسرے معمولات کو پورا کرنے کا ہمیشہ اہتمام رکھا، بلکہ اپنے کو اللہ کے نیک بندوں کی محبت اور رہنمائی کا ہمیشہ محتاج سمجھا اور ان سے ساری عمر استفادہ کی نیت سے جڑے رہے، اور ان کا یہ طرز عمل اس وقت بھی رہا جب وہ ایک بافیض عالم دین، مصنف، مقرر اور شیخ طریقت کی حیثیت سے عالمی سطح پر ایک اونچا مقام حاصل کر چکے تھے، میرا خیال ہے کہ ان پر لکھنے والوں نے اس نکتہ پر خاطر خواہ توجہ نہیں دی ہے۔

سوال (۵) آپ اس کی کچھ مزید وضاحت فرمائیں گے؟

جواب: اپنی طالب علمی اور کم عمری میں انہوں نے جن بزرگوں سے استفادہ کیا سو کیا، ان میں حضرت خلیفہ سندھی اور اور ایک عظیم مفسر قرآن حضرت احمد علی لاہوری کا نام نامی آتا ہے، لیکن اس کے بعد انہوں نے حضرت عبدالقادر رائے پوری سے اصلاح کا تعلق قائم کیا اور طالبانہ تعلق کا حق ادا کر دیا اور اپنے شیخ کے ذریعہ خلافت سے نوازے گئے، اس وقت تک مولانا ندوی ایک عالم دین اور مفکر اسلام کی حیثیت سے عالمی سطح پر شہرت حاصل کر چکے تھے، لیکن وہ اپنی اصلاح وتربیت کی طرف سے کبھی غافل نہیں رہے، حضرت رائے پوری کے انتقال کے بعد انہوں نے بھوپال کے مشہور زمانہ بزرگ حضرت شاہ یعقوب مجددی سے محبت اور استفادہ کا تعلق قائم کیا اور ان کی خدمت میں خادمانہ حاضری کو اپنا معمول بنالیا، ان کے انتقال کے بعد انہوں نے حضرت مولانا شاہ وصی اللہ الہ آبادی سے تعلق قائم کیا اور ان سے استفادہ کرتے رہے، پھر ان کے انتقال کے بعد شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا کاندھلوی سے استفادہ کا تعلق قائم کیا اور اس تعلق کو شیخ کی زندگی بھر نبھایا، اس معاملے میں ان کو اتنا اہتمام تھا کہ رمضان المبارک میں جب کہ خود ان کے یہاں دور ونزدیک سے لوگ ان سے استفادہ کے لئے تکیہ پر بڑی تعداد میں جمع ہو جاتے تھے وہ تین دنوں کے لئے حضرت شیخ الحدیث کی خدمت میں سہارنپور ان سے استفادہ کی نیت سے چلے جاتے تھے، مجھے یقین ہے کہ حضرت مولانا ندوی کو عالمی سطح پر جو محبوبیت حاصل ہوئی، اس میں ان کی اس خود شکنی کا بڑا دخل تھا۔

سوال (۶) جی ہاں، آپ کی بات بالکل صحیح ہے، بلکہ میرا خیال تو یہ ہے کہ ان کی بات میں جو اثر تھا اور دل میں اتر جانے والی محبت تھی، اس کے پیچھے بھی ان کی یہی خود شکنی کی طاقت کام کر رہی تھی، کیا آپ اس پر کچھ روشنی ڈالیں گے کہ وہ مسلم معاشرہ میں اپنی دعوت کن خطوط پر چلانا چاہتے تھے اور اس کے لئے ان کے ذہن میں کیا لائحہ عمل تھا؟۔

جواب: اگر ہم فی الحال اس سوال کے دیگر پہلوؤں کو نظر انداز کر دیں تو دو سطحوں پر مسلمانوں کو کام کرنا چاہئے، وہ مسلم عوام میں تصحیح عقائد، اعمال صالحہ کا اہتمام، شرک وبدعت اور بدعقیدگی سے دوری کے ساتھ ساتھ ان میں اسلامی مزاج سے ہم آہنگی پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے، لیکن وہ بڑے پڑھے لکھے اور اعلی تعلیم یافتہ لوگوں کو قیادت کی ذمہ داری سنبھالنے کے لئے تیار کرنا چاہتے تھے اور اس کام کو بہت اہم سمجھتے تھے، وہ یہ کہتے تھے کہ عوام دراصل پڑھے لکھے اور با اثر خواص کو ہی لاشعوری طور پر اپنا قائد مانتے ہیں اور ان کے پیچھے چلتے ہیں، اگر مفکرین اور داعیان اسلام با اثر خواص کے ذہنوں کو مطمئن کر سکیں اور ان کو اسلامی مشن سے جوڑ سکیں تو عوام میں تبدیلی آسان بھی ہوگی اور دیرپا بھی۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

سوال (۷) مولانا نے اس سلسلہ میں کیا عملی اقدام کیے؟

جواب : عمومی خطاب، نجی مجلسوں کی گفتگو، مسترشدین کو نصائح، اور اس مقصد سے لکھی گئی کتابیں انہیں مقاصد کو پورا کرنے کے لئے تھیں، دمشق یونیورسٹی میں وزیٹنگ پروفیسر کی حیثیت سے ان کے لکچرز، مدینہ یونیورسٹی کے قیام میں ان کا تعاون اور آکسفورڈ یونیورسٹی میں اسلامی سینٹر کے قیام میں ان کا کلیدی کردار ان خواص تک اپنی دعوت کے پہنچانے کی مثالیں ہیں ان سب کی تفاصیل اس مختصر انٹرویو میں سامنے نہیں لائی جاسکتیں۔

سوال (۸): مولانا ہندوستان جیسے کثیر المذاہب ملک میں غیر مسلم عوام کے ساتھ کس طرح کے تعلقات کے حامی تھے؟

جواب : حضرت مولانا علی میاں چاہتے تھے کہ مسلمانوں اور غیر مسلموں کے درمیان باہمی اعتماد، بہی خواہی اور خیر سگالی کا مضبوط رشتہ قائم رہے، انہوں نے اس مقصد سے ''پیام انسانیت'' کا پلیٹ فارم قائم کیا تھا جس کے تحت انہوں نے پورے ملک میں مخلوط اجتماعات کئے تھے، ان اجتماعات میں وہ ہندو، مسلم، سکھ، عیسائی ہر مذہب اور ہر خیال کے لوگوں کو مدعو کرتے تھے، ان کا پیغام یہ تھا کہ ہم ہندوستان کے سب لوگ اپنے سماج میں پیدا ہوجانے والے ان سارے مسائل کو ایک ساتھ حل کرنے کی کوشش کریں جو آج انسانیت کے لئے بڑا خطرہ بن گئے ہیں، انہوں نے آپسی بھائی چارہ کو پیدا کرنے کی نیت سے ایک کتاب ''ہندوستانی مسلمان'' ہندوستان کے غیر مسلموں کے لئے لکھی تھی تاکہ وہ مسلمانوں کے مذہبی، سماجی اور اخلاقی اقدار کو سمجھ سکیں، انہوں نے اپنی اس کتاب میں یہ بھی لکھا تھا کہ اگر دوسرے مذاہب کے اسکالرز بھی اپنے اپنے مذہب کے بارے میں اسی طرح کی کتابیں مسلمانوں کے لئے لکھیں، تو سب ایک دوسرے کو صحیح طور پر سے سمجھ سکیں اور آپس کی دوریاں کم ہوں، انہوں نے ایک بار مجھ سے بھی یہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کو اپنی چھوٹی چھوٹی جماعت بنا کر غیر مسلم احباب سے اس مقصد کے لئے ملنا چاہئے تاکہ افہام وتفہیم کا ماحول قائم ہو، وہ یہ فرماتے تھے کہ مسلمان سمندر میں جزیرہ بن کر نہیں رہ سکتے، انہیں پوری انسانیت کے دکھ سکھ، ناکامی اور کامیابی کی ذمہ داری لینی چاہئے اور انہیں چاہئے کہ وہ اپنے ملک اور معاشرے کے سامنے آگے بڑھ کر اپنی افادیت ثابت کریں اور دکھائیں کہ وہ اس ملک کی مضبوطی اور ترقی کے لئے ایک ناگزیر حصہ اور بڑا سہارا ہیں، وہ ایک صاحب شریعت اور صاحب پیغام ملت ہیں، انہیں قیادت کی ذمہ داری نبھانی چاہئے اور اس کے لئے جو اخلاقی صفات ضروری ہیں، انہیں اپنے اندر پیدا کرنا چاہئے۔

سوال (۹) : حضرت مولانا حکومتی سطح پر ہندوستان کی حکومت کے ساتھ کیسا تعلق رکھنا پسند کرتے تھے، خصوصاً اس صورت حال میں جب امت مسلمہ کا کوئی مسئلہ سامنے آجاتا تھا؟

جواب :حضرت مولانا ارباب حکومت سے ملنے ملانے اور سمجھنے سمجھانے کی اہمیت کے قائل تھے، وہ بارہا ہندوستان کے مختلف وزیر اعظم سے مسلمانوں کے مسائل کو لے کر ملتے رہے اور اس میں دوسرے مسلمان قائدین کو بھی ہمیشہ ساتھ رکھا، کسی سیاسی جماعت کو سیاسی فائدہ پہنچنے کا امکان نہیں ہوتا تھا اس لئے کئی وزیر اعظم حضرت سے خاصے مانوس رہے، وہ خود لکھنؤ اور رائے بریلی آکر حضرت سے ملتے تھے، ان میں اندرا گاندھی، جناب دیوگوڑا، وشنوناتھ پرتاپ سنگھ، اٹل بہاری واجپئی اور راجیو گاندھی کا نام سامنے آتا ہے، دوسرے اہم حضرات بھی ان میں شامل ہیں مگر ان سب کا تذکرہ تفصیل طلب ہے، حضرت مسلمانوں کے مسائل کو لے کر ان سے ملتے تھے اور ضرورت پڑتی تو اپنے موقف کے حق میں مناسب لٹریچر بھی پیش کرتے، ایسی ملاقاتوں میں سمجھنے سمجھانے کا اچھا موقع ہوتا تھا اور اس کے نتائج ہمیشہ اچھے سامنے آئے۔

سوال (۱۰) : مولانا ندوی مشرق وسطی کے مسلم ممالک اور اسی طرح دوسرے مسلم ممالک میں احیاء اسلام کے لئے کیا لائحہ عمل تجویز کرتے تھے؟۔

پی۔ڈی۔ایف۔# محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

جواب: حضرت مولانا نے مسلم ممالک کا بڑے پیمانہ پر دورہ کیا تھا، اور خصوصاً مشرق وسطیٰ کے مسلم ممالک کے حالات سے بہت اچھی طرح واقف تھے، انہوں نے خصوصاً عرب ممالک میں اچھا خاصہ وقت گزارا تھا، ان کا تجزیہ تھا کہ ان مسلم ممالک کی حکومتوں کو یورپ اور امریکہ کی حکومتوں نے اس طرح اپنے گھیرے میں لے لیا ہے کہ ان ملکوں میں حکومتی سطح پر وہی پالیسیاں نافذ ہوں گی جو یہ مغربی ممالک چاہیں گے، اس طرح صورت حال یہ ہوگئی ہے کہ ان مسلم ممالک میں داعیان اسلام عوام میں شب و روز کی محنت کرکے احیاء اسلام کی جو شکل پیدا کرتے ہیں، مغربی ممالک حکومتی سطح پر اپنے اثرات کا استعمال کرکے اسے بے اثر کردیتے ہیں، اس لئے حضرت مولانا ندوی یہ سمجھتے تھے کہ احیاء اسلام کی کوششوں کی کامیابی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اب داعیان اسلام اپنی محنت کا میدان خود ان مغربی ممالک کو بنائیں اور وہاں اپنی دعوت اسلام کو روحانی اور اخلاقی خوبصورتی اور برتری کے ساتھ پیش کریں، وہ یہ کہتے تھے کہ گو مغربی تہذیب نے مادی میدان میں بہت ترقی کرلی ہے، لیکن روحانیت، اخلاق اور بے لوث محبت کی جنس اب وہاں نایاب ہے، مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ مغربی سماج میں اپنے پیغام اور کردار سے ان اقدار کو پیش کریں، اگر ہم یہ کرسکے تو پھر وہاں کی حکومتوں کی مسلم مخالفانہ پالیسیوں پر بھی اثر پڑے گا اور ہمارے لئے مسلم ممالک میں کامیابی حاصل کرنا آسان ہوجائے گا، حضرت نے اس خیال کا اظہار مولانا عبدالقادر رائے پوری کو اپنے ایک خط میں کیا تھا اور آپ نے امریکہ کے سفر کے دوران میں بھی اس کی طرف اشارہ کیا تھا۔

سوال (۱۱): مولانا ندوی کا مسلم ممالک کی ان حکومتوں اور حکمرانوں کے بارے میں کیا موقف تھا جو اسلامی اقدار کے خلاف نظام حکومت چلا رہے ہیں؟

جواب: حضرت مولانا اس بات کے خواہش مند تھے کہ مسلم ممالک کی حکومتیں سچی اسلامی حکومتوں کا نمونہ بنیں لیکن وہ یہ سمجھتے تھے کہ اسلام کے کارکنان اور حکومت کے ارباب میں ٹکراؤ کی پالیسی اس مقصد کے حصول میں کامیاب نہیں ہوسکے گی، اگر کسی غیر اسلامی حکومت یا حکمراں کو اس بات کا احساس ہوا کہ کوئی فرد یا پارٹی اسلام کے نام پر اسے اقتدار سے بے دخل کرکے خود اقتدار پر قابض ہونا چاہتی ہے، تو وہ اپنی مدافعت میں اسلامی اقدار سے ہی انکار کردیں گے، اور اپنے مدمقابل کے خلاف طاقت کا استعمال کریں گے، اور نتیجتاً مسلمانوں کا خون بہے گا، مولانا ندوی کی نظر میں اس مقصد کو حاصل کرنے کا عمل اور ممکن طریقہ یہ تھا کہ اسلامی کارکنان ارباب حکومت کے سامنے اسلام پیش کریں اور ان سے یہ کہیں کہ ہم تم کو اقتدار سے بے دخل کرکے خود کسی عہدہ پر بیٹھنا نہیں چاہتے، ہم یہ چاہتے ہیں کہ تم خود ہی اسلام کے اصولوں اور اقدار کو اپنالو اور حکومت اور سماج میں انہیں وہ حق اور مقام دو جو اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے والا ہے، یہ حضرت شیخ احمد سرہندی مجدد الف ثانی کی طرز فکر ہے اور حضرت مولانا اسے ہی اس وقت قابل عمل سمجھتے تھے۔

سوال (۱۲): حضرت مولانا کا ایک بڑا کام تصنیف و تالیف کا رہا ہے، ان کی سینکڑوں کتابیں آج ہمارے سامنے موجود ہیں، اس میدان میں ان کے اہداف کیا تھے اور وہ اپنی کتابوں اور مضامین سے کیا کام لینا چاہتے تھے؟

جواب: حضرت یہ دیکھ رہے تھے کہ آج کے دور میں اسلام کو مغربی اسکالرز خصوصاً Orientaliste کی طرف سے فکری یلغار کا سامنا ہے، وہ اس کے مقابلہ کے لئے مضبوط صالح اسلامی لٹریچر تیار کرنے کو ایک اہم دینی کام سمجھتے تھے، وہ یہ چاہتے تھے کہ مسلمانوں کی طرف سے تصنیف و تالیف کا کام بامقصد، باوزن اور محققانہ ہو، نہ کہ دوچار کتابوں کو سامنے رکھ کر ایک نئی کتاب تیار کردینے کو ایک علمی کام سمجھا جائے، مثلاً ان کی کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' اور ''تاریخ دعوت وعزیمت'' نے تصنیف و تالیف کے لئے نئی علمی اور فکری

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بنیادیں قائم کیں، مغرب کے ایک اسکالر نے ان کی کتاب ''انسانی دنیا پر مسلمانوں کے عروج وزوال کا اثر'' کے انگریزی ترجمہ کو پڑھ کر یہ کہا تھا کہ انگلینڈ میں کتابوں پر پابندی کا قانون نہیں ورنہ وہ اس کتاب پر انگلینڈ میں پابندی کی سفارش کرتے، اس کے اس ردعمل کی وجہ یہ تھی کہ اس کتاب نے تاریخ کو دیکھنے کے مغربی فکری بنیادوں اور اصولوں کو کامیابی کے ساتھ چیلنج کیا تھا حضرت مولانا ان کتابوں میں بیان کے معیار اور تصنیف وتالیف کے جدید اصولوں کا لحاظ رکھنے پر بہت زور دیتے تھے۔

سوال (۱۳) حضرت کی اس صفت کا لوگوں نے اعتراف کیا ہے کہ انہیں بادشاہوں، وزیروں، وزرائے تعلیم اور سربراہان مملکت سے ذاتی طور پر گفتگو کرنے اور ان کے سامنے تقریر کرنے کا موقع ملا تو یہ دیکھا گیا کہ وہ اپنی بات سلیقہ اور نرمی سے لیکن بلا خوف ومرعوبیت پیش کرتے تھے اور شخصیت کا لحاظ کر کے اپنی بات کو کمزور نہیں ہونے دیتے تھے، ان میں یہ جرأت کہاں سے آئی؟

جواب: اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ وہ جس سے بھی ملتے تھے چاہے وہ کتنا ہی بڑا شخص کیوں نہ ہو، اس سے کسی ذاتی فائدہ کے حاصل کرنے کا خیال بھی ان کے دل میں نہیں آتا تھا، انہوں نے اپنے لئے اور اپنے اعزہ کے لئے اس دروازہ کو ہمیشہ کے لئے بند کر رکھا تھا، میں ایک مثال پیش کرتا ہوں، شاید ایمرجنسی کا زمانہ تھا، حضرت رائے بریلی میں اپنے گاؤں تکیہ پر تھے، پیغام آیا کہ اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی ان سے دلی میں ملاقات کرنا چاہتی ہیں، حضرت نے اسے قبول کرلیا اور رائے بریلی سے بذریعہ ٹرین دلی کے سفر کی تاریخ بھی طے ہوگئی اور دلی میں ملاقات کی تفصیلات بھی، جب حضرت سفر کے لئے رائے بریلی اسٹیشن پہنچے تو وہاں کا نظارہ ہی دوسرا تھا، ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ اور پولس کا عملہ وہاں حضرت کی پذیرائی کے لئے موجود تھا، ان لوگوں نے حضرت کو اطلاع کی کہ ان کے اور ان کے ہم سفر کے لئے ٹرین کی ایک بوگی ریزرو کی گئی ہے، اور دلی میں ان کے قیام کے لئے حکومت کی طرف سے انتظام ہے، حضرت نے جواباً فرمایا کہ انہوں نے اپنا اور اپنے رفقاء کا ٹکٹ خرید لیا ہے، اور وہ اسی طرح عام بوگی میں سفر کریں گے، جیسے وہ ہمیشہ سفر کرتے ہیں، اور دلی میں بھی وہ اسی جگہ ٹھہریں گے جہاں وہ ہمیشہ ٹھہرتے ہیں، البتہ وہ وقت مقررہ پر وزیر اعظم سے ملنے آجائیں گے، یہاں یہ بات میں ضمناً بتاتا چلوں کہ حکومت ہند نے انہیں دوبار ''پدم بھوشن'' کا ایوارڈ پیش کیا، مگر انہوں نے دونوں بار شکریہ کے ساتھ معذرت کر لی، ان کا یہی معاملہ عرب ممالک کے حکمرانوں کے ساتھ بھی تھا، ان کے رفیق ڈاکٹر عبداللہ عباس ندوی نے اپنی کتاب ''میر کارواں'' میں لکھا ہے کہ خود ان کی معرفت شیخ ندوی کو سعودی عرب کے شیوخ نے سونے کی گنی اور چاندی کے سکوں کی تھیلیاں بھجوائیں، حضرت نے شکریہ کے ساتھ انہیں وہ تھیلیاں واپس کردیں، ان ممالک کے شیوخ وسربراہان یہ جانتے تھے کہ یہ بندہ انہیں فائدہ پہنچانے کا تو حریص ہے لیکن ان سے فائدہ حاصل کرنے کا خیال بھی اس کے دل میں نہیں آسکتا، اس لئے جب حضرت ان کے سامنے دین کی دعوت پیش کرتے تھے تو اس میں مداہنت کا کوئی عنصر نہیں ہوسکتا تھا

سوال (۱۴): اس انٹرویو کے لئے میں آپ کا شکرگزار ہوں، کیا اختتام پر آپ ذاتی طور پر قارئین سے کچھ کہنا چاہیں گے؟

جواب: میں بھی آپ کا شکرگزار ہوں اور آپ سے اور قارئین سے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ میں نے حضرت کے افکار کو سمجھنے میں اور پیش کرنے میں اگر نادانستہ طور پر کہیں کوئی غلطی کی ہو، تو میں اللہ تعالیٰ سے معافی کا خواستگار ہوں اور سب سے یہ درخواست کرتا ہوں کہ ان کی کتابیں پڑھیں، ایک بات اور میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری دانست میں اس وقت حضرت مولانا کی فکر کو سمجھنے والے ان کے عزیز اور جانشین حضرت مولانا محمد رابع حسنی ندوی مدظلہ العالی ہیں، اگر آپ حضرت مولانا ندوی کی فکر کو سمجھنے کیلئے ان کے ساتھ اس طرح کے ایک انٹرویو کا اہتمام کرسکیں تو اس وقت امت مسلمہ کی بڑی رہنمائی کا انتظام ہوسکے گا۔

[ختم شد]

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت مولانا ناصر علی ندوی
نوراللہ مرقدہ

(ولادت 1933ء وفات 2007ء)

مولانا طارق شفیق ندوی
صدر آل انڈیا ملی کونسل مشرقی اتر پردیش

دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ کے مایہ ناز و قابل فخر فرزند، حدیث وفقہ کے جلیل القدر عالم اور نامور استاذ مولانا ناصر علی ندوی علیہ الرحمہ سن 1933ء کوخرم نگر، لکھنؤ میں پیدا ہوئے، ان کے والد ماجد جناب عاشق علی مرحوم ضلع بارہ بنکی کے رہنے والے تھے اور الکٹرک فارم حضرت گنج لکھنؤ میں ملازم تھے۔

مولانا ناصر علی ندوی کی ابتدائی تعلیم گاؤں کے پرائمری اسکول، شہر کے مڈل اسکول اور دینی تعلیم وتربیت گھر کے مخصوص اسلامی ماحول میں ہوئی، اس کے بعد اعلیٰ تعلیم کے لئے دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ میں داخلہ لیا، یہ 1947 کا سال تھا یہاں ثانوی تعلیم سے علیا درجات تک ماہرین اور ارباب بصیرت اساتذہ سے اکتساب فیض کرتے رہے۔سن 1956 میں فارغ التحصیل ہوئے اور دارالعلوم ندوۃ العلماء کے ابتدائی درجات کے باضابطہ استاذ مقرر کئے گئے، اپنی محنت، لگن اور خداداد صلاحیتوں کی وجہ سے تیزی سے ترقی کے منازل طے کرتے رہے۔سن 1986 میں دارالقضاء کا قیام عمل میں آیا تو قاضی کونسل کے رکن نامزد کئے گئے اور المعہد العالی للقضاء والافتاء کے صدر شعبہ بنائے گئے۔سن 1989 میں شیخ الحدیث مولانا ضیاء الحسن اعظمی ندوی (ولادت 1934 وفات 1989) کے بعد صدر شعبہ حدیث (شیخ الحدیث) کے منصب جلیل پر فائز کئے گئے اور مسلسل 19 برس تک بخاری شریف کا کامیاب درس دیتے ہوئے یکم جون 2007 کو اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون.

پسماندگان میں بیوہ، پانچ صاحبزادے عبدالمعز، عبدالملک، عبدالرافع ندوی، عبدالواسع ندوی، عبدالنافع ندوی اور تین صاحبزادیاں خالدہ، حسنیٰ اور بشریٰ ہیں۔

مولانا ناصر علی ندوی بچپن ہی سے ذہین، فطین، محنتی اور حاضر دماغ وحاضر جواب تھے، تبحر علمی، سادگی، جانفشانی اور جفاکشی ان کا خاص وصف تھا، دوران طالب علمی ہی سے پوری دل جمعی اور دل چسپی سے کتب درسیہ کا مطالعہ کرنے اور اشکالات نوٹ کرنے کے عادی تھے، اہم مآخذ اور مراجع پر گہری نگاہ رکھتے تھے، جس کی وجہ سے وہ اپنے اساتذہ کے محبوب تھے، مشہور زمانہ مولانا عبدالشکور لکھنوی بن ناظر علی، بن فضل علی کاکوروی (ولادت 1876 وفات 1942) ان کے استاد تھے، اور اپنے ایک نابینا محسن استاد مولانا محمد اباط بارہ بنکوی ثم لکھنوی (وفات 1955ء) کے نور نظر تھے، اس وقت کے محدث وفقیہ حضرت مولانا محمد اسحاق صدیقی سندیلوی ندوی علیہ الرحمہ (ولادت 12 فروری 1913 / وفات 22 / اکتوبر 1995) کے تو خاص شاگرد تھے، ان سے خوب استفادہ کیا، مولانا ناصر علی ندوی اپنے ساتھیوں میں بھی مقبول تھے اور درسی صلاحیت میں ممتاز تھے، ان کے رفقاء درس ان نکات اور تحقیقات کو سمجھنے کے لئے ان سے رجوع کرتے تھے جن کو وہ دوران درس سمجھ نہیں پاتے تھے۔

مولانا مرحوم نے طویل تدریسی زندگی میں تمام فنون کی کتابیں پڑھائیں، لیکن ان کا اصل میدان فقہ اور اصول فقہ تھا، احادیث کی روشنی میں جب فقہاء کے مسالک بیان کرتے تو بقول شخصے ایسا محسوس ہوتا کہ چاروں دبستان فقہ کے دلائل یمین وشمال مؤدب کھڑے ہیں اور نقد وترجیح اور تطبیق کا میزان قائم ہے۔

مولانا کا انداز تخاطب نرالا اور طریقہ تدریس انوکھا تھا، قوت استدلال کے ساتھ استنباط میں ملکہ حاصل تھا، ہر طرح کے اشکالات کا جواب آسان سے آسان طریقہ سے دینے کی غیر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

معمولی صلاحیت رکھتے تھے اور وہ بھی ایسا مسکت، نپا تلا اور مدلل ہوتا کہ معترض کو دوبارہ بولنے کا موقع ہی نہیں ملتا تھا، مولانا درس میں نقلی دلائل کے ساتھ عقلی دلائل کا بھرپور استعمال کرتے تھے، فقہی مسالک کی وضاحت کے وقت حنفی مسلک کی وکالت پرزور انداز میں کرتے، لیکن اپنی رائے نہ کسی پر تھوپتے، نہ کسی دوسرے مسلک پر لعن طعن کرتے، جس کی وجہ سے شوافع اور دیگر مسالک کے طلباء بھی یکساں طور پر فادۂ اٹھاتے تھے، مولانا کی ایک بڑی خوبی یہ تھی کہ وہ وقت کے بڑے پابند تھے، نہ درس کا ناغہ کرتے، نہ ہی درجات میں تاخیر سے پہنچتے، اور اپنے طلباء سے بھی ایسی ہی پابندی کا مطالبہ کرتے تھے، بلا کسی عذر شرعی کے ناغہ پر سخت سرزنش فرماتے تھے، ان کے گھنٹہ میں طلباء بھی کسی عذر لنگ کا سہارا نہیں لے پاتے تھے، مولانا کا درس مسلسل دو دو گھنٹہ چلتا، وہ گوہر نایاب علم کے موتی بکھیرتا، طلباء بغیر کسی اکتاہٹ کے علم و تحقیق کے انمول خزینہ سے اپنے دامن کو مالا مال کرتے، وقت کے گذر جانے کا احساس تک نہ ہوتا، بلکہ تنگی داماں کی شکایت ہوتی، ان کے درس میں نہ شور تھا نہ ٹھہراؤ، دریا کی سی روانی تھی اور سمندر کی سی خاموشی چھائی رہتی تھی، تدریس کو عبادت کی طرح انجام دینا ان کا شعار تھا۔

مولانا کی طبیعت میں غایت درجہ سادگی تھی، سائیکل چلا کر ندوہ پڑھانے آتے تھے، ہمیشہ دوپلی ٹوپی، ٹخنے سے اوپر کھلتا پائجامہ اور گھٹنے سے اوپر سفید سوتی کے کرتے میں ملبوس رہتے تھے، زیادہ تر جوتا بغیر موزہ کے پہنتے تھے، مزاج نرم بلکہ معتدل تھا، لیکن معاملات میں کھرے اور اصول کے بڑے پابند تھے، ندوہ کے مہمان خانہ اور ذمہ داران کے یہاں کبھی حاضری نہیں لگاتے تھے، اپنے کام سے کام رکھتے، کبھی کسی کو شکایت کا موقع نہیں فراہم کرتے تھے، جس سے انتظامیہ خوش ہوتی اور قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھتی تھی۔

مولانا کو بحر العلوم کہا جاتا تھا، علم کی وسعت و گہرائی کے ساتھ ساتھ خودداری اور حق گوئی و بیباکی میں اپنی مثال آپ تھے، ندوہ میں بلند مقام و مرتبہ پر ہونے کے باوجود نہ مشیخت کا انداز، نہ رعب و دبدبہ کا اظہار، ہمیشہ خندہ پیشانی سے ملتے تھے اور ہر جگہ خلیق و ملنسار اور اعتدال کا دامن تھامے رہتے تھے، لوگ خانقاہوں اور بزرگوں کی تربیت میں سالہا سال رہ کر تہذیب خصائل کے اس مقام تک نہیں پہنچ پاتے ہیں جو مولانا کو غالباً پیدائشی طور پر حاصل تھا۔ ندوہ میں مولانا کا شمار ہر دل عزیز شخصیات میں ہوتا تھا، ان کے شاگرد احترام کے ساتھ ساتھ ان سے غایت درجہ محبت بھی کرتے تھے، مولانا کا سانحہ وفات یکم جون 2007ء کو پیش آیا، جس سے دار العلوم کے طلباء اور تدریسی شعبہ کا بڑا خسارہ ہوا۔

تواضع وانکساری کا پیکر، شان خودی کا پیامبر، اندازِ ملوکانہ کا مرد قلندر اور منہج ندوہ کا پاسدار وعلم بردار مولانا ناصر علی ندویؒ کے انتقال پر ملال پر مخدوم گرامی حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی حفظہ اللہ ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ کی ایک تحریر ملاحظہ فرمایئے:

''مولانا ناصر علی صاحب مرحوم کی ساری تعلیم چونکہ دار العلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ ہی میں ہوئی تھی اس لئے مختلف فنون کے پڑھانے کا ندوۃ العلماء میں جو اسلوب اور منہج رکھا گیا ہے وہ اسی پر پوری طرح عامل تھے اور اسی کو صحیح قرار دیتے تھے، وہ یہ کہ ہر فن کو اسی فن کے دائرہ میں رکھتے ہوئے پڑھایا اور سمجھایا جائے، نیز فقہی مسلک میں شدت کو عملی دائرہ میں رکھنا تو صحیح ہے لیکن تدریس کے موقع پر تشریح و توضیح میں وسعت اختیار کرنا چاہیے اور مسلکی شدت سے بچنا چاہئے، نیز طلباء کو مطمئن کرنے کے لئے ان کو سوالات کا موقع دینا چاہئے، اور ان کو مطمئن کرنے کے لئے جواب دینے میں کمی نہ کرنا چاہئے۔ اسی طرح حدیث کو حدیث کے دائرہ میں اور فقہ کو اس کے عمومی دائرہ میں رکھنا چاہئے تاکہ طلبہ بنیادی اور فروعی پہلوؤں کو الگ الگ سمجھ سکیں۔ مولانا ناصر علی صاحب کو اس طریقہ پر بڑا انشراح تھا اور اسی کو وہ ندوہ کی تعلیمی خصوصیت سمجھتے تھے۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم کی مغفرت فرمائے اور ان کی ساری نیکیوں کو قبول فرمائے اور مقام علیین میں جگہ دے۔'' آمین

(یادوں کے چراغ، اول صفحہ 318 سن اشاعت 2012)

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

کتابیں اپنے آباء کی

اکابرین اسلام کے تحریری کارناموں پر مشتمل ایک سلسلہ

قاضی شہاب الدین دولت آبادی

اور ان کی تصنیف "بحر موّاج"

مطیع الرحمٰن عوف ندوی

قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ کا شمار دنیا کے نامور اور چوٹی کے علماء میں ہوتا ہے، شیراز ہند جونپور میں ابراہیم شرقی نے اس گوہر تابدار کو پہچانا اور جونپور آنے کی دعوت دی، اور انہیں ہر طرح کی سہولت بہم پہنچائی، ان کے علم وفضل کی وجہ سے چہار دانگ عالم میں ان کی شہرت چھا گئی اور ان کے مدرسہ میں ہندوستان اور عالم اسلام کے گوشہ گوشہ سے طالب علم جمع ہونے لگے، ان کے شاگردوں میں شیخ محمد عیسیٰؒ جونپوری مولانا صفیؒ جونپوری، اور مولانا الہداد جونپوری جیسی نامور ہستیاں نکلیں جن کی علمی استعداد، قابلیت اور روحانی عظمت سے ایک زمانہ روشناس ہے۔

قاضی شہاب الدین دولت آبادی کا وطن مالوف غزنی تھا، ان کے والد بزرگوار کا نام شمس الدین اور دادا کا نام عمر الزوالی تھا، ان کی ولادت دولت آباد دکن میں اور تعلیم وتربیت دہلی میں ہوئی تھی، جہاں انہوں نے قاضی عبدالمقتدرؒ، اور مولانا خواجگیؒ سے اکتساب علم کیا، تاہم ان دونوں حضرات میں قاضی عبدالمقتدر نے ان کی علمی تربیت میں زیادہ حصہ لیا اور ان کے نہایت قابل اور محبوب ترین شاگردوں میں شمار ہوتے تھے، انہوں نے قطب زمانہ سید اشرف جہانگیر سمنانی کی صحبت میں روحانی مدارج طے کئے اور ان سے خرقۂ خلافت بھی حاصل کیا تھا، وہ ان کی قابلیت کے بڑے معترف تھے، ایک موقع پر انہوں نے ان کے متعلق فرمایا کہ ہندوستان میں اتنی صاحب فضلیت شخصیت میں نے کم دیکھی ہے، ایک اور موقع پر ان کی "کتاب ارشاد" کے متعلق فرمایا: "اینکہ می گویند کہ سحر از ہندوستان راست آمد غالبا ایں درست است' آپ ہی نے قاضی صاحب کو ملک العلماء کا خطاب دیا تھا۔

سلطان ابراہیم شاہ قاضی صاحب کا بڑا قدردان تھا، انہیں ایک عمدہ گھر اور ایک عالیشان مدرسہ تعمیر کروا کے دیا تھا، تذکرہ مشائخ شیراز ہند کے مصنف ڈاکٹر میاں محمد سعید رقم طراز ہیں:

سلطان ابراہیم شاہ کو اپنے عہد کے علماء وفضلاء اور صلحاء کے ساتھ بڑی گہری عقیدت تھی اور ان کے ساتھ اس نے ہمیشہ نہایت عمدہ سلوک کیا، ملک العلماء قاضی شہاب الدین دولت آبادیؒ اس کے عہد کے علمائے عظام میں تھے، اس نے ان کی علمی شہرت سن کر انہیں جون پور مدعو کیا تھا اور وہاں ان کے لئے ایک عمدہ گھر اور ایک عالی شان مدرسہ تعمیر کرا کے دیا تھا، علاوہ ازیں انہیں ہر طرح کی دوسری سہولتیں بھی بہم پہنچائیں۔

وہ ان کی حد درجہ تعظیم وتکریم کرتا اور ان کو اپنے دربار میں اپنے پاس چاندی کی کرسی پر بٹھاتا، اس نے انہیں نے قاضی القضاۃ کے عہدہ پر فائز کیا، وہ ان کے فتاویٰ اور فیصلوں کو حد درجہ سراہتا، بعض اوقات ان کو جنگی معرکوں میں بھی اپنے ساتھ رکھتا، قاضی صاحب کو بھی اس کی علم دوستی اور مذہب پرستی کا بڑا پاس تھا اور وہ بھی ان کے ساتھ والہانہ عقیدت رکھتا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب اصول ابراہیم شاہی اسی کے نام معنون کی، یہ کتاب عربی میں علم اصول پر بحث ہے، مولانا کی ایک اور کتاب فتاویٰ ابراہیم شاہی کا نام بھی سلطان ابراہیم شاہ کے ساتھ ان کی محبت وتعلق خاطر کا ثبوت ہے، تذکرہ علمائے ہند کے مصنف مولوی رحمان علی لکھتے ہیں کہ ایک بار مولانا سخت بیمار پڑ گئے تو سلطان ابراہیم ان کی

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مزاج پُرسی کے لئے پہنچا، اس نے جب مولانا کی حالت نازک پائی تو پانی کا ایک پیالہ منگوایا اور اس کو مولانا کے سر کے گرد پھرا کر یہ کہتے ہوئے پی لیا کہ اے خدایا! جو بیماری انہیں ہے وہ مجھے لگ جائے، مشہور ہے اس واقعہ کے بعد قاضی صاحب تو صحت مند ہوگئے، لیکن سلطان ابراہیم بیمار ہوکر فوت ہوگیا، ''تاریخ فرشتہ'' کے مصنف لکھتے ہیں کہ اس واقعہ کے دو سال بعد قاضی صاحب بھی سلطان کے غم میں گھل گھل کر چل بسے، ایک سلطان اور عالم کی محبت وعقیدت کی اس قدر اعلیٰ مثال شاید ہی کوئی اور ملے۔ (تذکرہ مشائخ شیراز ہند ص ۱۳۸)

قاضی شہاب الدین دولت آبادی بڑے اعلیٰ پایہ کے مصنف تھے، ان کی تصنیفات پوری دنیا میں مشہور ہیں اور چہار دانگ عالم میں ان کا چرچا ہے، ڈاکٹر میاں محمد سعید لکھتے ہیں:

انہوں نے دوسری کتابوں کے علاوہ جلال الدین عثمان بن عمر المشہور ابن حاجب کی مشہور عربی گرامر کافیہ کی ایک شرح کافیہ بھی لکھی، جو شرح ہندی کے نام سے مشہور ہے، اس کا طرز نگارش بے نظیر ہے، یہ شرح ان کی زندگی ہی میں بڑی مقبول ہوچکی تھی، کہا جاتا ہے کہ وحید عصر ملا عبدالرحمٰن جامیؒ نے بھی شرح کافیہ لکھی تھی لیکن جب قاضی صاحب نے اس کو دیکھا تو فرمایا کہ ملا جامی نے میری شرح ہندی ہی کا خلاصہ لکھ دیا ہے ان کی دوسری ایک کتاب علم نحو میں کتاب ارشاد ہے جن میں انہوں نے ایک جدید ترتیب اور اسلوب اختیار کیا اور اس کا متن بھی نہایت لطیف ومتین انداز میں لکھا ہے یہ علم نحو میں ایک نئی طرز کی کتاب سمجھی جاتی ہے۔

ان کی تیسری کتاب بدائع البیان علم بلاغت پر ہے ان کی چوتھی کتاب تفسیر بحر مواج ہے جو غالباً پاک وہند میں فارسی میں اپنی نوعیت کی قرآن مجید کی اولین تفسیر ہے (جس پر گذشتہ قسط میں تفصیلی بحث ہوچکی ہے) پانچویں کتاب اصول ابراہیم شاہی ہے جسے انہوں نے اپنے مربی سلطان ابراہیم شاہ شرقی کے نام معنون کیا تھا، اس میں عربی زبان میں اصول شرح پر بحث ہے۔

ان کی چھٹی کتاب اصول فقہ پر شرح بزدوی ہے، ان کی ساتویں کتاب فتاویٰ ابراہیم شاہی ہے جس میں انہوں نے عہد ابراہیم شاہی کے تمام حنفی فتاویٰ کو مرتب اور مدون کیا ہے، آٹھویں کتاب، مناقب السادات ہے، جس میں انہوں نے سادات اور اہل بیت سے محبت وعقیدت کا اظہار کیا ہے ان کی نویں کتاب رسالہ تقسیم علوم اور دسویں کتاب رسالہ درصنائع ہے، علاوہ ازیں انہوں نے اور بھی کتب ورسائل لکھے، قصیدہ بانت سعاد کی ان کی طویل شرح بھی بڑی پایہ کی تحریر مانی گئی ہے، یہ قصیدہ کعب ابن زہیرؓ نے حضرت محمد ﷺ کی شان میں لکھا تھا، انہوں نے اپنے ہم عصر علماء وصوفیاء کو بہت سے خطوط بھی لکھے جن میں مذہبی وشرعی معاملات پر بحث کی ہے قاضی صاحب کی یہ تمام تصنیفات بڑی اہم مانی گئی ہیں، اور بعض تو صدیوں تک مدارس میں شامل نصاب رہیں۔

قاضی صاحب جونپور کے محلّہ خواجگی میں رہا کرتے تھے، جب ان کا وصال ہوا تو وہ اس محلّہ کے قریب اٹالہ مسجد کے جنوبی دروازہ کے پاس مدفون ہوئے ان کا مزار تو موجودہ مشن اسکول کے احاطہ میں موجود ہے، لیکن مکانات اور مدرسہ کا کوئی نشان باقی نہیں رہا، تذکرہ مشائخ شیراز ہند کے مصنف مولانا حکیم سید عبد الحئی کی کتاب یاد ایام کے حوالہ سے تحریر کرتے ہیں کہ ''مصنف یاد ایام کا خیال ہے کہ اٹالہ مسجد کے گرد وپیش اب بھی جو حجرے ہیں انہیں میں قاضی صاحب کا عظیم الشان مدرسہ ہوا کرتا تھا، ۲۵/رجب المرجب ۸۴۹ھ میں قاضی صاحب کا وصال ہوا، تاریخ فرشتہ کے مطابق قاضی صاحب کی تاریخ وصال ۸۴۶ھ مطابق ۱۴۴۲ء ہونی چاہئے۔

آپ کی تصنیفات کی فہرست درج کی جاتی ہے:

(۱) بحر مواج (قرآن کی فارسی زبان میں بسیط ومکمل تفسیر)
(۲) شرح کافیہ (۳) الارشاد (علم نحو)
(۴) بدیع البیان درعلم بلاغت (۵) اصول ابراہیم شاہی
(۶) شرح بزدوی دراصول فقہ (۷) فتاویٰ ابراہیم شاہی
(۸) مناقب السادات (۹) رسالہ تقسیم علوم
(۱۰) رسالہ درصنائع (۱۱) شرح قصیدہ بانت سعاد

پی-ڈی-ایف-#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ایک چراغ اور بجھا اور بڑھی تاریکی

بقیۃ السلف حضرت مولانا حکیم خلیل الرحمٰن صاحب جوار رحمت میں

مولانا محمد کلیم صدیقی

مخبر صادق نبی رحمت ﷺ نے اطلاع دی ہے کہ قرب قیامت کے دور میں علماء اور نیک لوگ تسبیح کے دانوں کی طرح دنیا سے رخصت ہوں گے، ایک کے بعد ایک ملت کے خواص اور علماء رخصت ہوتے جا رہے ہیں، اسلاف کی یادگار عاشق قرآن و سنت، نیکی کے ہر کام میں آگے بڑھنے والے، نیک لوگوں کی لائن میں صف اول میں شمار ہونے والے، قرآن کی تلاوت اور لوگوں کو قرآن پڑھانے اور سکھانے کے سلسلہ میں اسلاف کی طرح جنون رکھنے والے، وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون کا حق تخلیق ادا کرنے والے، ہمارے محسن، مشفق، کرم فرما ہمارے سرپرست حضرت مولانا حکیم خلیل الرحمٰن نور اللہ مرقدہ بھی ہمیں داغ مفارقت دے کر چلے گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

انتہائی خوب صورت، سرخ گلابی گورا رنگ، انتہائی حسین سفید، چمک دار ریشمی ہمیشہ گلاب کی طرح مکراتا ہوا چہرہ، دبلا پتلا نور کا مجسم جسم، اور جسے دیکھ کر ہم جیسے بے بصیرت کو خیال آئے کہ ان کے پورے وجود سے نور پھوٹ رہا ہے، اور حدیث پاک کے الفاظ میں اللہ کے نیک بندے، اور اللہ کے ولی جن کو دیکھ کر اللہ یاد آئے، اور بقول شاعر:

فنا اتنا تو ہو جاؤں میں تیری ذات عالی میں
جو مجھ کو دیکھ لے اس کو ترا دیدار ہو جائے

اور بقول شاعر:

مجسم حسن بن جاتا ہے جس کے حسن کا جادو
بتا اے دل کوئی ایسا حسیں بھی ہے حسینوں میں

بلاشبہ وہ ان اشعار کا مصداق تھے ہمارے گمان میں۔ ولی کامل، عارف ربانی، طبیب حاذق، عالم باصفا، صاحب عزیمت حضرت مولانا حکیم خلیل الرحمٰن جو کل تک مدظلہ العالی اور دامت برکاتہم کہے جاتے تھے، اب قضا وقدر کے فیصلہ سے انہیں نور اللہ مرقدہ لکھنا پڑ رہا ہے، اس حقیر کی جب بھی ممبئی حاضری ہوتی، یا ماہ مبارک میں یا حج کے موقع پر حرمین شریفین حاضری ہوتی تو ایک رحمت کی چادر کی طرح خیر بن کر سایہ فگن ہو جاتے، اور ان کو دیکھ کر اور مل کر احساس ہوتا کہ جن لوگوں کے صدق وصفا کی وجہ سے ان کا وجود انسانیت کے لئے رحمت اور بلاؤں سے حفاظت کا ذریعہ ہوتا ہے، تو وہ ضرور حکیم خلیل الرحمٰن صاحب ہیں۔

مدتوں پہلے اس حقیر کی پہلی ملاقات حرم مکی میں برصغیر میں علماء اور اہل دین کے لئے کشش سمجھے جانے والے داعی جناب حافظ بلال منیار سورتی کے یہاں حرم شریف کے سامنے ہوئی، جو حرمین میں حکیم صاحب مرحوم کے میزبان تھے، تعارف ہوا تو معلوم ہوا کہ حکیم مولانا خلیل الرحمٰن صاحب، شیخ العرب والعجم داعی دین حضرت مولانا سعید خاں صاحب کے بھتیجے ہیں، اس حقیر کو یاد آیا تو عرض کیا آپ وہی خلیل الرحمٰن ہیں جن کا لطیفہ حضرت مفتی محمود حسن گنگوہیؒ سناتے تھے، فقیہ الامت حضرت مفتی محمود حسن

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

گنگوہیؒ جن کو اللہ تعالیٰ نے انتہائی ذہانت اور بلا کی زندہ دلی عطا فرمائی تھی، ایک بار حرم حاضر ہوئے، کوئی صاحب وہیل چیئر پر طواف کرا رہے تھے، حکیم خلیل الرحمٰن صاحب بھی حرم میں تھے، مفتی صاحب سے بڑھ کر مصافحہ کیا اور اپنا تعارف کرایا: حضرت میں خلیل الرحمٰن۔ (حکیم صاحب شاید مفتی صاحب کے شاگرد بھی رہے تھے) حضرت مفتی صاحب نے برجستہ فرمایا: جی جی خلیل الرحمٰن، پٹھان، کھیڑہ افغان، (حکیم صاحب کا وطن کھیڑہ افغان، گاؤں تھا) فبایّ آلاء ربکما تکذبان حکیم صاحب نے سنا تو بہت محظوظ ہوئے، فرمایا جی جی میں وہی خلیل الرحمٰن ہوں، بعد میں حاضری پر مسلسل ملاقاتیں ہوتی رہیں، اور بارہا قیام بھی ساتھ رہنے لگا، معلوم ہوا کہ دعوت سے آخری درجہ میں والہانہ تعلق ہے، اس لئے ساتھ میں قیام کے دوران شرمندہ اور نادم کردینے والی عنایات کا معاملہ فرماتے تھے، اس کے بعد حاضری کے موقع پر بھی اس حقیر کی حاضری کا علم ہوتا تو تشریف لاتے۔

حکیم صاحب کو گوناگوں صفات کا حامل اللہ تعالیٰ نے بنایا تھا، عبادت کا شوق اور انہماک متقدمین کی یاد تازہ کردینے والا تھا، اس حقیر نے شاید حکیم صاحب کی طرح اپنے اوقات کی قدر کرنے والا خوش اوقات بہت کم دیکھا ہے، اور ہر عمل کو آخری درجہ میں افضل سے افضل طریقہ پر کرنے کا اہتمام، اور آخری درجہ میں سنتوں سے عشق بس ان سے سیکھنے کی چیز تھی، ایک لمحہ کی عبادت، طاعت، اور زندگی کو آخری مثالی درجہ میں زاہدانہ گذارنے کا مزاج رکھنے کے ساتھ رشتوں اور تعلقات کو آخری درجہ میں نبھانا، اور اس سلسلہ میں پرانے زمانے کے بزرگوں کی روایات کی مثال قائم کرنا واقعی حکیم صاحب کا خاص امتیاز تھا۔

آخری درجہ میں استغنا، خودداری، سوال اور دوسروں پر بوجھ بننے سے گریز اُن کی خوبی تھی، اس پیرانہ سالی میں کوئی ذاتی خدمت بھی اپنے چھوٹوں سے لینا پسند نہیں فرماتے تھے، حرمین شریفین میں ہوٹل میں ساتھ قیام کے دوران بارہا کوشش کے باوجود حکیم صاحب کے ذریعہ لائے گئے دسترخوان کو کھول کر بچھانے کا بھی حکیم صاحب موقع نہیں دیتے تھے۔

زندگی کے ہر شعبہ میں آخری درجہ میں افضل پر عمل کرنے کا مزاج تھا، اسی کے ساتھ نشست و برخاست، خورد و نوش اور صحت کے اصولوں کا بھی آخری درجہ میں لحاظ فرماتے، اس کی وجہ سے نوے سال کی عمر کے باوجود صحت آج کل کے حالات کے اعتبار سے بہت اچھی تھی، بس ابھی چند روز قبل کچھ بخار آیا تھا، بعد میں طبیعت بہتر ہوگئی تھی، مگر دوبارہ سانس میں تکلیف ہونے لگی تھی، انتقال سے پہلے روز تک پوری زندگی قرآن مجید پڑھانے کا معمول رہا اور گھر پر گھریلو طور پر جو بچے پڑھنے آجاتے ان کو پڑھاتے رہے، باجماعت نماز کا اہتمام رہا، رات میں ذرا طبیعت بگڑی تو بچوں سے کہا میں نے دعا کی ہے تم لوگ بھی میرے لئے دعا کرو۔ گھر والوں نے جو آخری کلمات سنے، اسے طرح تھے:

.....مجھے اتنی ہمت اور اتنی قوت عطا...دیجئے، میں آپ کے فرائض ادا کرتا رہوں، بغیر دوسروں کی مدد کے،..آخری سانس تک اپنے........آپ مجھے آخری سانس تک پاکی کے ساتھ ....جس سلیقہ پر ادا کرنا چاہئے،.....اور اگر میں یہ نہیں کرسکتا تو مجھے اپنے فضل و کرم سے ایمان کامل پر آسان صحیح سہل موت عطا فرما، موت پر...چھوٹے بڑے ہر گناہ، ہر غلطی معاف کر،..مجھے اپنے یہاں بلا لیجئے اور میرے لئے قبر کا سوال جواب.....وہاں کی سب رحمتوں نعمتوں سے،..وہاں کے سب..... بچا کر مجھے آپ پہنچا دیجئے،

(گھر والوں سے کہا کہ) بس ان میں سے کوئی بات دعا آپ لوگ بھی کردو، یہ ہی..... ہاں...یہ آسان دعا ہے۔

اور ان کلمات کے بعد ہی روح قفس عنصری سے پرواز کرگئی یہ اپریل کی ۹؍تاریخ اور جمعرات کا دن تھا، کرلا ممبئی میں اپنے مکان میں اپنے اہل خانہ کے درمیان آخری سانس لی، اور جوار رحمت میں تشریف لے گئے۔ انا الیہ وانا الیہ راجعون

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

نماز جنازہ مولانا منیر احمد صاحب کالینہ نے پڑھائی، اور وہیں سپرد خاک کئے گئے، دو صاحب زادے مولانا عبید الرحمٰن اور مولانا فضیل الرحمٰن قاسمی ان کی یادگار ہیں۔

کوئی اچھی بات، کوئی سنت، کوئی دعا معلوم ہوجاتی تو صدقہ جاریہ کے طور پر اہل تعلق کو بتانے کے لئے حریص رہتے، گذشتہ سفر میں ممبئی میں ملاقات ہوئی تو بڑی محبت سے فرمایا مجھے ایک صاحب نے جام کے لئے ایک دعا بتائی تھی، مجھے خیال آیا کہ آپ ہر وقت سفر میں رہتے ہیں، آپ کو کسی طرح بتادوں، مسنون دعاؤں میں یہ دعا بھی آئی ہے، اللھم انی اعوذ بک ضیق الدنیا وضیق یوم الآخرۃ، میں نے تجربہ کیا جام میں اس کا ورد کریں تو جام کھل جاتا ہے، یہ سڑک کا جام ضیق الدنیا میں سے ہے۔ اس حقیر نے بارہا تجربہ کیا، الحمدللہ بہت مفید پایا۔

ایسے زمانہ میں جب پوری انسانیت مشکلات اور ایک وباء سے دوچار ہے، اس وقت بڑی یاد آتی ہے ایسے لوگوں کی جن سے مشکل وقت میں دعا کی درخواست کریں، اور ان خیال کر کے ایک راحت کی سانس لے سکیں، ایسے میں ایسی رحمت کی پہچان سمجھی جانے والی شخصیت کا رخصت ہوجانا ملت کا ایک بڑا نقصان ہے، اللہ تعالیٰ اپنے خزانہ غیب سے اس کی تلافی فرمائیں، اور حضرت حکیم صاحب کی بال بال مغفرت فرما کر، اپنے جوار رحمت میں خاص الخاص مقام عطا فرمائیں۔

قارئین ارمغان سے حکیم صاحب مرحوم کے لئے ایصال ثواب اور دعائے مغفرت کی درخواست ہے، ادارہ حکیم صاحب کے اہل خانہ کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

استاذ الاساتذہ شیخ الحدیث

حضرت مولانا وسیم احمد سنسارپوری

کچھ یادیں کچھ باتیں

مولانا محمد کلیم صدیقی

اپنی نوعمری سے دینی حلقہ میں پڑھنے پڑھانے والوں سے یہ بات سنتے آئے تھے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کے وطن ، اور حضرت شاہ عبد القدوس گنگوہی کے وطن میں ان بزرگوں کا فیض آج بھی ایسے ہی آن بان کے ساتھ جاری ہے، اور وہاں کے مشہور ادارہ اشرف العلوم رشیدی میں ابھی بھی ایسے اساتذہ اور اصحاب فن موجود ہیں کہ ام المدارس دار العلوم دیوبند سے بھی ان کو بلانے کے مطالبے آتے رہے ہیں، اور ان کے شاگرد خود دارالعلوم میں اپنے تقویٰ اور علمی مضامین کے اہم استاذ سمجھے جاتے ہیں۔ ان علماء میں حضرت شیخ الحدیث مولانا وسیم احمد سنسار پوریؒ کا نام نامی خاص طور پر اور بھی ممتاز طریقہ سے آتا تھا کہ قطب الاقطاب حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی مہاجر مدنیؒ کی خاص نظران پر تھی۔

آپ ۱۹۸۴ء سے جامعہ اشرف العلوم رشیدی گنگوہ میں بخاری شریف سمیت صحاح ستہ کی متعدد کتب کا درس دے رہے تھے، آپ کی پیدائش 1952 میں ہوئی، ابتدائی تعلیم اپنے آبائی وطن سنسار پور ضلع سہارن پور کے مدرسہ فیض رحمانی میں حاصل کی بعد ازاں جامعہ اشرف العلوم رشیدی میں داخلہ لے کر شرح جامی بحث فعل تک تعلیم پائی، 1964ء میں مظاہر علوم سہارن پور میں داخلہ لیا، اور کنز الدقائق، شرح تہذیب وغیرہ سے درس نظامی کا سلسلہ آگے بڑھا، 1970ء میں مظاہر علوم سے فراغت حاصل کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آپ کے اساتذہ میں حضرت مولانا محمد یونس جون پوری، فقیہ الاسلام مفتی مظفر حسین اور مولانا شاہ محمد اسعد اللہ شامل ہیں۔

درس نظامی کی تکمیل کے بعد تا حال آپ جامعہ اشرف العلوم گنگوہ میں تدریسی فرائض انجام دے رہے تھے۔

گنگوہ میں اس حقیر کی عزیز داریاں بھی تھیں، خصوصا ہمارے خال مکرم کی صاحب زادی، میری بڑی ہمشیرہ جناب انجم احمد فریدی کے عقد میں تھیں، میری ان کے یہاں حاضری ہوتی تھی، تو علماء سے ملاقات کے لئے بھی وقت نکالتا تھا، بار ہا حاضری کے موقع پر خصوصیت کے ساتھ شیخ وسیم صاحب سے ملاقات کا اشتیاق اور وہاں مدرسہ میں حاضری ہوئی، مگر تعارف کے ساتھ باقاعدہ ملاقات نہیں ہوسکی، ایک پروگرام کے موقع پر اس حقیر نے اپنے ساتھیوں سے شیخ کے ساتھ ملاقات کا اشتیاق ظاہر کیا تو رفقاء نے بتایا کہ آپ کی ان سے ملاقات ہے۔ وہ جو سادگی کے ساتھ آپ کے برابر میں اسٹیج پر تشریف رکھتے تھے، وہی تو شیخ وسیم احمد تھے۔

شیخ صاحب اپنے کو ایسا بنا کر اور عجز و انکسار کے ساتھ متواضعانہ روش پر رکھتے تھے کہ کسی نئے آدمی کو آپ کا واہمہ بھی نہیں ہوسکتا تھا، کہ یہ ہیں ہندوستان کے ایک بڑے ادارہ کے قابل فخر، ماہرفن اور شیخ الحدیث، جن کو ام المدارس میں بھی خدمات کا آفر رہا ہے۔

مخدومنا المکرّم حضرت مولانا حکیم سید مکرم حسین سنسار پوری سے حضرت شیخ کو اجازت بھی حاصل تھی، بعد میں ان کے حکم سے شاید شیخ صاحب نے ماہانہ یا ہفتہ واری مجلس کا سلسلہ شروع فرمایا تھا، تو انھوں نے ایک بار اس خادم کو ازراہ شفقت اس میں حاضری اور کچھ سبق اس میں سنانے کی دعوت دی، اور پھر بالمشافہ تعارف اور تعلق ہوا، مگر اس کے بعد بھی اس حقیر کے ساتھ حضرت شیخ کا معاملہ ایسا متواضعانہ تھا کہ حاضر ہوتے ہوئے شرم آنے لگی تھی۔ آخر کے چند سالوں میں صحت کا حال اچھا نہیں تھا، مسلسل علاج چل رہا تھا، کبھی کبھی افاقہ ہو جاتا تھا، کبھی کبھی ایک دم کوئی خبر سن کر محبت کرنے والے ڈر جاتے تھے۔ پھر آخر جس کا ڈر تھا وہ وقت آ گیا اور نصف صدی تک قرآن و حدیث اور علم دین کی تھکا دینے والی خدمت کرنے والا یہ مثالی استاد، اور اپنی ذات کو فنا کے گھاٹ اتارے رکھنے والا یہ مرد قلندر ۱۱/اپریل کو ہفتہ کے دن اپنے رب کے جوار میں سوگ واروں کو روتا بلکتا چھوڑ کر چلا گیا۔

آسماں تیری لحد پر شبنم افشانی کرے

ادارہ ارمغان، ہزار ہا ہزار دنیا بھر میں پھیلے ہوئے ان کے شاگردوں، اور حضرت شیخ کے اہل خاندان کی خدمت میں دلی تعزیت پیش کرتا ہے، اور قارئین ارمغان سے ایسے محسن کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست کرتا ہے۔

تبلیغ و دعوت کے سرخیل کارواں داعی دین متین

حضرت مولانا احمد لاٹ کی اہلیہ محترمہ کا سانحہ ارتحال

یہ خبر پوری دنیا کے دینی اور دعوتی حلقوں کیلئے بڑے افسوس اور ملال کی ہے کہ عالم اسلام کی بزرگ شخصیت، تبلیغ و دعوت کے سرخیل، مخدومنا المکرّم حضرت مولانا احمد لاٹ صاحب کی رفیقہ حیات (۱۱/اپریل کو ہفتہ کے دن) سورت میں اپنے تمام اہل خانہ کو سوگوار چھوڑ کر مالک حقیقی سے جاملیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون

مرحومہ بڑی صابر و شاکر اور پوری حیات ہمارے حضرت مولانا کی رفاقت کا حق ادا کرنے والی، اور حضرت مولانا کے شانہ بشانہ دعوت دین کے لئے قربانی دینے والی تھیں، مرحومہ کی حیثیت پوری ملت اسلامیہ کی ایک بڑی محسنہ کی تھی، حضرت کی زندگی بھر کی رفیقہ حیات کا صدمہ، خود حضرت کے لئے ایک بڑا حادثہ ہے، اللہ تعالی مرحومہ کی بال بال مغفرت فرما کر ان کی حسنات کا اپنے شایان شان اجر عظیم عطا فرمائیں، اور پس ماندگان کو صبر جمیل کی توفیق عطا فرمائیں، قارئین ارمغان سے ایسی محسنہ مرحومہ کے لئے دعائے مغفرت اور ایصال ثواب کی درخواست ہے، ادارہ حضرت مولانا مدظلہ، اور ان کے تمام اہل خاندان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

لندن کے ایک عظیم داعی

حاجی عبدالمقیط انجینئر (صاحبؒ) کی وفات

اسلامی دنیا کا ایک بڑا خسارہ

مولانا محمد کلیم صدیقی

علامہ اقبالؒ نے جس مردمومن کی صفات بیان کی تھیں کہ:

یہ غازی یہ تیرے پر اسرار بندے
جنھیں تونے بخشا ہے ذوق خدائی
دونیم ان کی ٹھوکر سے صحرا ودریا
سمٹ کر پہاڑان کی ہیبت سے رائی

جنھیں کل تک ہم سب لوگ مدظلہ العالی اور دامت برکاتہم لکھتے تھے، مگر آج نہ چاہتے ہوئے بھی بھاری دل کے ساتھ نوراللہ مرقدہ، اور رحمۃ اللہ علیہ لکھنا پڑ رہا ہے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون

افسوس کہ ویسٹرن ہیم سفیئر (مغربی نصف کرہ) کی ملت اسلامیہ کی ایک عظیم داعی شخصیت، حاجی عبد المقیط صاحب انجینئر زندگی بھر کی اپنی قابل رشک خدمات کا اجراور حساب وصول کرنے کے لئے اپنے اللہ کی جانب لوٹ گئی۔

حاجی عبدالمقیط صاحب انجینئر (یورپ میں تبلیغ و دعوت کے چیئرمین تھے) ان کو کورونا (کووڈ-۱۹) کی تشخیص ہوئی تھی، اور اسی حال میں انھوں نے داعی اجل کو لبیک کہا، امید ہے کہ اللہ کے سچے رسول کے فرمان کے مطابق انہیں شہادت کی موت نصیب ہوئی ہوگی، اور ملائکہ اور قدسیوں نے ان کا استقبال کیا ہوگا۔

حاجی صاحب کا اصل تعلق بنگلا دیش سے تھا، جہاں سے وہ اپنی تعلیمی مشن کی تکمیل، اور اپنی دعوتی جدوجہد کے لئے ۱۹۶۰ء کی ابتداء میں برطانیہ آگئے تھے۔ یہاں آنے کے بعد انہوں نے نہ صرف دعوتی سرگرمیوں کی قیادت کی، بلکہ تعلیمی میدان میں بھی اپنی قابلیت کا لوہا منوایا، ان کے پاس ایروناٹیکل انجینئرنگ میں پی ایچ ڈی کے بشمول انجینئرنگ کی بھی تین ڈگریاں تھی۔

حاجی صاحب نے حضرت مولانا یوسف کاندھلویؒ (مصنف حیاۃ الصحابۃ) کے دور میں تبلیغی جماعت میں شمولیت اختیار کی اور بفضلہ تعالی دس سال ان کے ساتھ تبلیغ میں گزارے۔

حاجی صاحب وہ شخصیت ہیں کہ جنہوں نے جلالیہ مسجد (ان فیلڈ لندن) اور برک لین مسجد (لندن) قائم کیں، حاجی تسلیم علی صاحب سے بھی ان کے دیرینہ روابط تھے اور انہوں نے 1970ء کی شروعات میں ایسٹ لندن مسجد کے آغاز اور اس کے موجودہ جائے وقوع میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔

آج لندن کی قابل ذکر شخصیات جیسے کہ شیخ عبدالقیوم صاحب (امام ایسٹ لندن مسجد) اور شیخ ابو سعید صاحب (چیئرمین شریعہ کونسل، برطانیہ) برطانیہ میں ملت اسلامیہ کے لئے ان کی خدمات کے معترف ہیں۔

حاجی صاحب میں مغربی ممالک تک اسلام کی دعوت پہنچانے کے لئے بڑا جذبہ اور تڑپ تھی اور اس سلسلہ میں انہوں نے ایسی قربانیاں پیش کیں، کہ اپنے تئیں ان کا تصور بھی ہمارے لئے محال ہے۔

پچھلے پچاس سالوں میں انہوں نے امریکہ کا چالیس بار اور جنوبی امریکہ اور یورپی ممالک کے بے شمار دعوتی وتبلیغی اسفار کئے تاکہ مسلمانوں میں ایمان کی محنت کی جائے، حافظ پٹیل صاحبؒ جب کبھی سفر کے سلسلہ میں ڈیوزبری سے باہر جاتے تو وہ عوام میں وعظ وتقریر اور تبلیغ کے لئے بلکہ مرکز کی تمام ذمہ داریوں میں حاجی عبدالمقیط صاحب کو ہی اپنا نائب مقرر کر کے جاتے۔

۸۵ سال سے زائد عمر کی کمزوری کے باوجود، لوگ ڈیوز برگ مرکز میں ۲۰۲۰ء میں بھی فجر بعد ہونے والی ان کی تقاریر کو بہت دھیان سے سنتے تھے، حاجی صاحب گھنٹوں اللہ تعالی کی کبریائی ایسے اخلاص اور شوق و ولولہ سے بیان کرتے کہ مکمل

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

توانائی کے حامل نوجوان کے لئے بھی ایسی تقریر کرنا مشکل ہے۔

برطانیہ کے طول وعرض میں دین متین کی خدمت کرنے والے جن علماء کو آج ہم دیکھ رہے ہیں، یہ حاجی صاحب ہی تھے کہ جنہوں نے ان علماء کے والدین کو دعوت وتبلیغ کی جانب بلایا اور اس کے نتیجہ میں ان متقی لوگوں نے اپنے جگر گوشوں کو مدرسوں میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھیجا، الحمدللہ آج اس کے نتیجے میں نہ صرف انگلینڈ بلکہ پوری مغربی دنیا، مدارس اور علوم دینیہ کی باد بہاری سے پورا یورپ اور مغربی ممالک منور ہیں، اس میں بڑا حصہ حاجی کی کاوشوں کا ہے۔

مارچ ۲۰۲۰ء میں، انہیں شیخ سعد کاندھلوی نے نظام الدین مرکز بلایا تھا۔(جو تبلیغی امور پر مشورہ کا عالمی مرکز ہے۔)ان کے ساتھ بھائی شبیر داجی (یورپ میں تبلیغی جماعت کے ایک پرانے ساتھی) بھی تھے۔یورپ واپسی کے بعد مقدر تھا کہ وہ بیمار ہوں اور اللہ کی جانب لوٹ جائیں۔

انہیں مسجد زکریا ڈیوزبری میں ان کے بیٹوں اور علماء کرام نے غسل دیا، ڈیوزبری مرکز کے بھائی مشتاق سے جنازہ میں شرکت کی درخواست کی گئی،جنہوں نے بیان کیا کہ حاجی صاحب کے چہرے پر مقدس نور تھا۔دنیا میں وہ حافظ پٹیل صاحب کے دست راست رہے اور اب انہیں کے برابر میں انہیں دفنایا گیا۔

ایسے مشکل وقت میں اللہ کا کرم ہوا کہ انہیں غسل دیا گیا اور بنا تابوت کے اور بنا افسران کی دخل اندازی کے انہیں دفنایا گیا۔

اتنی دور رہتے ہوئے بھی وہ ارمغان اور اس کی دینی ودعوتی تحریک کے معاون، سرپرست اور دل سے قدردان بلکہ ہمیشہ دعا گو بزرگوں میں شامل تھے۔ان کا سانحہ وصال ہم لوگوں کا ذاتی حادثہ ہے،ادارہ ارمغان حاجی صاحب کے اہل خانہ،تبلیغ ودعوت سے وابستہ ان کے منتسبین اور معتقدین کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے اور قارئین ارمغان کی خدمات میں ملت کے ایک عظیم داعی کا حق سمجھ کر زیادہ سے زیادہ ایصال اور دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

احمد آباد کے ایک بزرگ عالم دین

حضرت مولانا احمد حسین پٹنی کی وفات

اسی دوران یہ جانکاہ خبر بھی موصول ہوئی صوبہ گجرات کے ایک ممتاز عالم دین حضرت مولانا احمد حسین صاحب پٹنی کا بھی شہر احمد آباد میں انتقال ہو گیا،وہ بیک وقت ایک عظیم داعی ،ایک مصنف اور اہل قلم ،بے باک خطیب،اور بڑی سوجھ بوجھ رکھنے والے منتظم تھے،شہر احمد آباد میں صوبہ گجرات کی مشہور دینی درس گاہ جامعہ کنز العلوم کے بانی ومہتمم اور شیخ الحدیث تھے،اور مرشد العلماء حضرت مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی کے خلیفہ ومجاز تھے،کافی عرصہ سے ایک ماہنامہ کنز العلوم کے نام سے نکال رہے تھے،جس میں ان کے رشحات قلم شائع ہوتے رہتے تھے،اس کے علاوہ نسائی شریف کی ایک عربی شرح المکتفی بحل المجتبی کے نام سے لکھ رہے تھے جو مکمل نہیں ہو پائی ،فی الحال اس کی پانچ جلدیں شائع ہوئی ہیں۔

ہماری دینی دعوتی تحریک سے بڑا تعلق فرماتے تھے،ایک بار اپنے ادارہ میں ہم لوگوں کے ایک دعوتی کیمپ کی سرپرستی فرمائی، اور اس کا پورا انتظام کیا، وہ وقتاً فوقتاً ہمارے داعیوں کو بلاتے رہتے اور اور ان کی کارگذاری سنتے ،اور مختلف جگہوں پر کام کے لئے رہنمائی فرماتے تھے،اس حقیر کی جب بھی احمد آباد حاضری ہوتی،تو علماء اور خواص کے پروگرام کراتے ،اور ان کو دعوت کے لئے آمادہ کرتے ، بڑے متواضع ،بہت بااخلاق،اور خوددار تھے، قحط الرجال کے اس دور میں ایسے ایک جید عالم دین کا اس دنیا سے رخصت ہو جانا ایک بڑا حادثہ ہے۔

ادارہ ارمغان ان کے پسماندگان اور ان کے ادارہ کے کارکنان کی خدمت میں تعزیت مسنونہ پیش کرتا ہے، اور اپنے قارئین سے ان کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست کرتا ہے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا عبدالرحیم فلاحی نوراللہ مرقدہ

ایک ہمہ جہت شخصیت

جامعہ اشاعت العلوم اکل کوا میں خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد وستانوی کا تعزیتی خطاب

میں مولانا عبدالرحیم صاحب کے بارے میں آپ سے بہت لمبی بات تو نہیں کرسکوں گا وجہ یہ ہے کہ ماشاء اللہ ہمارے جامعہ کے طلبہ جوان کے شاگرد کہلاتے ہیں وہ کئی سالوں سے فارغ ہورہے ہیں انھوں نے بہت کچھ لکھا ہے جوآپ کے سامنے آجائے گا، مولانا عبدالرحیم صاحب ایک کامیاب مقرر، ایک کامیاب مدرس، ایک کامیاب خطیب، ایک کامیاب ناظم تھے، اور الحمدللہ جامعہ کے مالیات کی وصولی میں بھی کام کرتے تھے اور کسی کو پتہ بھی نہیں چلتا تھا، اوراس میں بھی اللہ تعالیٰ نے انھیں بڑی کامیابی دی تھی، انھوں نے لندن، پالپوٹز وغیرہ کے سفر کئے اوراس سفر کے درمیان بھی وہاں کے لوگوں نے جو رپورٹ دی تو کہا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب تو اس طرح کام کرتے ہیں گویا مہمان آئے ہیں، اورلوگ ان کا اکرام بھی ایسے ہی کرتے ہیں کہ جیسے مولانا عبدالرحیم صاحب ہمارے مہمان ہیں، وصولی کے معاملے میں بھی انھوں نے بڑی امانت داری، اور دیانت داری سے کام لیا، اپنے مفاد کے لئے کبھی انھوں نے کوئی کام نہیں کیا، اپنے مفاد کوتو کبھی انھوں نے سامنے رکھا ہی نہیں، بہرحال یہ ان کا بہت بڑا وصف تھا، اس کے اثرات ان کے طلبہ میں بھی پائے جاتے ہیں، لندن کے سفر میں ماشاء اللہ ہر جگہ اصلاحی بیانات کرنا، اور وہاں کے مشائخ علماء سے ملنا جلنا یہ ان کا خاص امتیاز رہا، پالپوٹز سے ابھی مولانا رفیق صاحب کا فون آیا کہ مولانا کے انتقال کی ہمیں خبر ہوئی ہم تو تصدیق ہی نہیں کررہے تھے، لیکن قضاء و قدر کی بات ہے، یہ حکم تو ماننا ہی پڑے گا، مولانا رفیق صاحب نے کہا کہ مولانا عبدالرحیم صاحب پالپوٹز آئے اور پالپوٹز کے اندر ہمارے یہاں اصول ہے کہ اس کے لئے کمیٹی کو پہلے کہنا پڑتا ہے اور کمیٹی وقت دیتی ہے لیکن اس اللہ کے بندہ نے آکر پہلی ہی مجلس کے اندر ناشتہ پر ہی انھوں نے اپنا کام کروالیا، اس طریقہ سے وہاں کے لوگوں نے بھی ماشاءاللہ ان کے ساتھ جو رویہ کیا وہ ایک مثالی کام ہوا ہے بہرحال مولانا عبدالرحیم صاحب ایک اچھے مدرس تھے، اور وہ میرے نسبتی بھائی ہیں اور ماشاء اللہ مولانا عبد الرحیم صاحب نے اس رشتہ کا بھی خوب خیال رکھا، میری سب سے بڑی راحت کی بات یہ تھی کہ میں ہوں یا نہ ہوں، جامعہ میں کوئی بھی باہر کا مہمان آئے، ملکی یا غیر ملکی کوئی بھی، جانا انجانا وہ سب کے لئے یکساں ہوتے تھے اور میری غیر حاضری میں تو وہ بالکل چوکنا رہتے تھے۔ وہ ہر مہمان کا اکرام اس کے مطابق کرتے تھے، میری غیر حاضری تو مہمان کے سامنے گویا معلوم ہی نہیں ہوتا تھا کہ مولانا ہیں یا نہیں۔ یہ ان کا خاص وصف رہا، اسی طریقہ سے وقت کی پابندی، اسی طریقہ سے صبح سویرے جلدی اٹھنا اور جلدی اٹھ کر مولانا عبدالصمد صاحب کے ساتھ تھوڑی دیر بیٹھ کر طلبہ کو اٹھانے کی ذمہ داری انھوں نے اپنے ذمہ لی تھی، یہ ان کے ذمہ کوئی فرض نہیں تھا، لیکن ان کا اخلاقی فریضہ تھا کہ وہ طلبہ کو نماز فجر کے لیے بڑی محبت کے ساتھ اٹھاتے تھے، بہرحال ان کے کیا کیا اوصاف آپ کے سامنے بیان کروں، آپ مدرس ہونے کے ساتھ ساتھ مربی بھی تھے، مربی ایسے تھے کہ طلبہ کو ہر طرح سے تیاری کراتے تھے، ہر انجمن کے تمام شعبوں کے اندر تمام طلبہ کو

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بولنے کی صلاحیت کیسے پیدا ہو، یہ بھی ان کا وصف خاص تھا۔ اور جب بیمار پڑے، تو بہت معمولی بات ہوئی کہ انہیں قے آنا شروع ہوئی، انہوں السلام ہاسپٹل میں داخلہ لیا، لیکن کوئی خاص فائدہ نہ ہونے پر مجھے کہا کہ مجھے انکلیشور مولانا حنیف ویل کیئر میں جانا ہے، وہاں ڈاکٹر اناروالا ہیں ان سے میرے تعلقات ہیں اور وہ میرے ڈاکٹر رہ چکے ہیں، میں نے کہا کہ آپ ضرور جایئے وہاں، چنانچہ ایمبولینس ان کے لیے تیار کی گئی، ایمبولینس کے تعلق سے کہا کہ ایمبولینس میرے گھر پر نہ لایئے، کیوں کہ لوگ سمجھیں گے کہ میں بہت بیمار ہوگیا ہوں، اور ایمبولینس کو ہاسپٹل سلام میں رکھا، اور اسکوٹر پر بیٹھ کر وہاں سلام ہاسپٹل تک پہنچے اور ہاتھ ہلا کر چلے گئے اور کہا کہ میں شام کو آؤں گا، لیکن انہیں نہیں پتہ تھا کہ!!

وما تدری نفس بأی أرض تموت..!!

کسی نفس کو پتہ نہیں کہ وہ کہاں مرنے والا ہے

بہرحال وہ وہاں سے انکلیشور چلے گئے، انکلیشور ایک دن رہے، اور رات ہی کو اللہ تعالیٰ کی طلب سے دیدارِ غیبی کا اللہ کی طرف سے جو ان کے ساتھ معاملہ ہوا، اللہ تعالیٰ ان پر رحم کا معاملہ فرمائے، وہ اپنے رب کو جا ملے۔ بہرحال ان کا وصال ہم سب کے لیے خصوصاً ارباب جامعہ کے لیے اور عموماً پوری امت مسلمہ کے لیے بڑا خسارہ ہے، لیکن ہم کچھ نہیں کر سکتے، اللہ کا حکم ہے، اللہ کے حکم پر ہم سب کو راضی رہنا ہے، ہم اللہ سے دعا کرتے رہیں کہ اللہ ان کے درجات کو بلند فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل عطا فرمائے۔ ان کی اولاد میں مولانا ریحان صاحب ہیں جو جامعہ کے مدرس ہیں، ان کی تقریباً پانچ بیٹیاں ہیں، جن میں سے چار بیٹیوں کا نکاح الحمد للہ ہو چکا ہے۔ اور دو بچے ابھی زیرِ تعلیم ہیں، دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ان بچوں کی نگہبانی فرمائے، ان کی حفاظت فرمائے، اور ان کے والدین کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، اللہ تعالیٰ ان کی بال بال مغفرت فرمائے، اور ان کے درجات کو بلند فرمائے ....

میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

مولانا عبدالرحیم فلاحی

عزائم کو عملی شکل دینے والے فنافی الجامعہ مشینی آدمی

مولانا عبدالرحمٰن ملی ندوی

استاذ تفسیر وحدیث، ایڈیٹر مجلہ ''النور'' جامعہ اکل کوا

یہ حقیقت سب پر عیاں ہے کہ دنیا فانی ہے اور دنیا کی ہر چیز آنی جانی اور فانی ہے، صرف اللہ کی ذات ازلی اور باقی ہے:

"کل شئ هالک الا وجهه" (آیت) "کل من علیها فانٍ و یبقی وجه ربک ذو الجلال والاکرام"

اللہ کی جانب سے بعض اولوالعزم اور بابصیرت اور روشن ضمیر شخصیات اپنے تابناک کارناموں کے سبب مرے ہوئے بھی حیات رہتے ہیں، وہ فانی ہونے کے بعد بھی زندہ تصور کیے جاتے ہیں۔ سورج کی طرح ڈوب جانے کے بعد بھی زندگی کا شفق چھوڑ جاتے ہیں۔ کسی نے خوب ہی کہا ہے کہ

سورج ہوں زندگی کی رمق چھوڑ جاؤں گا
میں ڈوب بھی گیا تو شفق چھوڑ جاؤں گا

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی مظاہری کی شخصیت اور ذات گرامی بھی کچھ ایسی ہی تھی اس لیے کہ وہ باہمت اور صاحبِ عزیمت شخص تھے اور عزائم پر یقین رکھنے والا بندہ ہمیشہ جہالت کے اندھیروں میں بھی علم و ہنر کی قندیل روشن کیا کرتا ہے۔ مولانا مرحوم میں خاندانی نجابت، بدنی وجاہت، خدائی عزت اور عمل کی دنیا میں حقیقی شہرت تھی، وہ فنافی الجامعہ تھے، ان کا دل علما، طلبا اور عوام کے لیے دل درمند تھا، مولانا فلاحی صاحبؒ جس جامعیت اور اعلیٰ کردار کے حامل تھے اس کو چند سطری مضمون یا چند منٹ کی گفتگو میں بیان کرنا دشوار ہے۔

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

واقعہ یہ ہے کہ جب سچی تڑپ، اخلاص، کام کی فکر اور لگن ہو تو ''نشانِ راہ'' خود ہی مل جاتا ہے۔ اس لئے کہ کام کی کوئی عمر نہیں ہوتی، ادھیڑ اور بوڑھاپے میں بھی انسان جوانوں سا حوصلہ رکھ کر کام کر جاتا ہے۔

بوڑھا ہوں مگر طبع جواں رکھتا ہوں
چہرہ پہ نہ جا حسن بیاں رکھتا ہوں

مولانا فلاحیؒ کی زندگی میں جرأت وہمت، اور کام کی دھن بہت زیادہ تھی، ان کی ذات بے شمار خوش نما خوبیوں کا حسین گلدستہ تھی، ان کو اللہ کی جانب سے اخلاص وللّٰہیت کی عظیم دولت نصیب ہوئی تھی، جس کے ذریعہ انھوں نے لوگوں کو اپنا ہمنوا اور گرویدہ بنایا تھا، کارآمد افراد کی قدر کرنا کوئی ان سے سیکھے۔ مولانا کے مزاج میں دوراندیشی، وسعت قلبی، دوسروں کے ساتھ حسن سلوک، طبیعت کی شرافت، دوسروں کی فنکارانہ صلاحیتوں کا اعتراف معاصرین کی عزت افزائی اور چھوٹوں کی دل جوئی، مولانا فلاحیؒ کی زندگی کا اہم وصف تھا، گویا وہ اس شعر کے مصداق تھے:

نشہ پلا کے گرانا تو سب کو آتا ہے
مزہ تو جب ہے کہ گرتوں کو تھام لے ساقی

مولانا رحمۃ اللہ علیہ چھوٹوں کو بڑا بنانے پر یقین رکھتے تھے، جو اپنی ذات کو منفرد اور قدآور بنانے کے بجائے اپنے شاگردوں اور معاصرین کو انفرادی حیثیت دیتے تھے، اور اس میدان میں وہ کشادہ نفسی اور سلیقہ مندی سے کام لیتے تھے۔

اولاد کی تربیت کے لیے ماں باپ کا عالم ہونا ضروری نہیں ہے، لیکن نیک سیرت اور دوراندیش ہونا بہت ضروری ہے۔ ماں باپ کی نیکی اولاد کے حق میں سود مند بلکہ نسخۂ کیمیا ثابت ہوتی ہے۔ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی نے علوم وفنون سے معمور خاندان میں اپنی آنکھیں کھولیں، وہ علمی، ادبی، دینی، فکری گھرانے کے چشم وچراغ تھے، ان کی تربیت جہاں خاندانی اعتبار سے ان کے بزرگ بھائی، وقت کے محدث حضرت مفتی عبداللہ صاحب مظاہری دامت برکاتہم نے فرمائی، وہیں رشتہ داری اور قرابت کے اعتبار سے خادم کتاب وسنت حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دامت برکاتہم بھی ان کی اعلیٰ تربیت میں بنیادی حیثیت رکھتے تھے، وہ حضرت رئیس جامعہ کے معتمد علیہ اور رازدار تھے، بہت سے امور کے فکری سلجھاؤ میں مولانا فلاحی پیش پیش رہا کرتے تھے، حضرت رئیس جامعہ کی قرآنی خدمات کے مشن کو ایک تحریک کا نقشہ دیکر پورے ملک اور اس کے دور دراز صوبہ جات میں عام کرنے اور صحیح قرآن خوانی کے جذبہ کو پروان چڑھانے اور مسابقۃ القرآن کے پلیٹ فارم سے پوری علمی دنیا میں متعارف کرانے میں یقیناً مولانا فلاحی صاحب کا تاریخی کردار رہا۔

لیکن ان تمام تاریخی خدمات اور فکری بلندیوں کے لیے اگر مولانا فلاحی میں یہ جذبہ پیدا ہوا تھا تو یہ کہنے یا لکھنے میں کوئی حرج اور مضائقہ نہیں کہ اس کے پیچھے ان کے مخلص اساتذہ مربین اور جہاں دیدۂ قلندر نما شخصیات کا کردار رہا ہے۔ چاہے پھر وہ حضرت مولانا سید ابرار صاحب دھولیوی ہوں یا حضرت مولانا سید ذوالفقار صاحب قاسمی ہوں، یا پھر نباض وقت مرد قلندر حضرت مولانا عبداللہ صاحب کاپودروی کی جہاں دیدہ شخصیت ہو یا پھر فلاح دارین کے عزم وہمت کے پہاڑ نما دیگر زندہ دل اساتذہ ہوں اللہ ان سب کو خوش رکھے آباد رکھے، اور جو جوار رحمت میں پہنچ گئے ہیں، اللہ انہیں اپنے شایان شان اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔

حضرت مولانا فلاحی صاحب سے جب اس ہیچ مداں بے بضاعت کی گفت وشنید یا عافیت طلبی ہوتی یا تبادلۂ خیال ہوتا تو فرمایا کرتے تھے کہ مجھے مضمون نگاری کی تربیت حضرت الاستاذ مولانا سید ذوالفقار صاحب قاسمی رحمۃ اللہ علیہ نے حسن تربیت کے ذریعہ عنایت کی ہے کہ حضرت مجھ سے مختلف النوع عناوین پر مختلف اوقات میں مضامین لکھنے کے لیے کہا کرتے تھے اور لکھی ہوئی چیز پر نظر ثانی کرکے تربیت واصلاح بھی کیا کرتے تھے، اور

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میرے اندر جرأت وہمت، اور بے باکی کی صفت حضرت الرئیس مولانا عبداللہ صاحب کا پودری کی فکری تربیت کا نتیجہ ہے، اور مجھے کام کا ایک وسیع میدان قبلہ حضرت رئیس جامعہ مولانا غلام محمد صاحب وستانوی نے عنایت فرمایا، حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے، عزت افزائی بھی اور ہر کام کے لیے ہمت بھی دیا کرتے تھے۔

مولانا فلاحی صاحب اس طرح کے جملے ہم جیسوں کو قلمی، لسانی، دنیا میں آگے بڑھانے کے لیے کہا کرتے تھے۔

ہم نے مولانا فلاحی صاحب کی مجالس میں، یا ان کے ساتھ کئے گئے اسفار میں کبھی کسی کی غیبت یا برائی نہیں سنی، یہ ان کے بلند کردار کی علامت اور حسن اخلاق کی دلیل تھی اس لئے کہ ہر انسان اپنے لیے جیتا ہے۔ اپنے ذاتی مصالح کے لیے کام کرتا ہے؛ لیکن حقیقی انسان اس کو کہا جاتا ہے، جو دوسروں کے لیے اپنی زندگی کے معنی بدل دیتا ہے۔ مولانا فلاحی صاحب سے جب کوئی وابستہ ہوتا یا ان سے صرف اپنے ذاتی معاملات میں مشورہ طلب کرتا تو وہ اس کا قطعاً خیال نہیں کرتے تھے کہ صاحب مشورہ مجھ سے کچھ فکری اختلاف رکھتا ہے، اس سے اوپر اٹھ کر وہ بہترین مشورہ دیتے بلکہ عملی اقدام کے لئے بھی کوشاں رہتے، اور فرماتے،

”واللہ فی عون العبد ما کان العبد فی عو ن أخیه“

جب بھی مرحوم سے جامعہ کی چہار دیواری میں مواجہت ہوتی مزاحیانہ انداز میں بلند الفاظ کے ساتھ عافیت طلبی کرتے اور ہماری عاجزانہ تحریروں کی حوصلہ افزائی کرتے، اور کبھی کبھار تو ہماری عرفی حیثیت سے بڑھ کر عزت افزائی کرتے، یقیناً یہ صفت ایک بے نفس اور مخلص انسان کی ہوسکتی ہے۔

مولانا فلاحی صاحب کی شخصیت یقیناً ایسی دل نواز، حیات افروز، اور باغ و بہار کی مالک تھی جس کو چند سطروں میں سمودینا دشوار ہے، وہ ہزاروں خوبیوں اور عمدہ صفات کے مالک تھے۔

مولانا فلاحی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو قرآن کریم اور حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے جو وارفتگی، محبت اور تعلق خاطر تھا اس کی مثال مشکل سے ملے گی۔ ان کی نظر قرآنی مفردات، تعبیرات اور حالات کے اعتبار سے حسنِ تفسیر اور تدبر آیات پر بڑی گہری تھی، اس باب میں مرحوم کی بہت سی قابلِ استفادہ کتابیں اور کتابچے ہیں، حدیث کے باب میں بھی وہ گہرائی وگیرائی کو پیش نظر رکھتے تھے اور جابجا اپنی تقاریر اور خطابات میں الفاظ حدیث سے استشہاد کیا کرتے تھے۔ عبارت کی گہرائی پر نظر رکھ کر فہم عبارت پر طلبا کی تربیت بھی کیا کرتے تھے، مرحوم کی انہیں خدمات اور قرآن سے وارفتگی کے سبب حضرت رئیس جامعہ مولانا غلام محمد وستانوی نے آپ کو ”مسابقۃ القرآن“ کا مدیر مسئول اور اہم ذمہ دار بنایا تھا جس کی مرحوم نے تاحیات نہ صرف یہ کہ پاسداری کی بلکہ حضرت وستانوی کے اس قرآنی مشن کے خواب کو شرمندۂ تعبیر بھی کیا۔

مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی ۱۹۸۷ء سے جامعہ کی خدمات سے وابستہ ہوئے، جن میں تدریسی‘ دعوتی‘ سماجی‘ معاشرتی خدمات شامل ہیں، اکثر مقامات پر حضرت رئیس جامعہ مرحوم کو اپنی نیابت کے لیے روانہ کرتے تھے، جہاں وہ جامعہ کی بے مثال نمائندگی کرتے ہوئے ترجمانی کے فرائض انجام دیا کرتے تھے۔

یقیناً آج مولانا ہمارے درمیان نہیں رہے، لیکن مولانا کی فکر، ان کا اخلاص، تڑپ، احساس، کام کی لگن اور دھن، ان کی وسعت قلبی، دوراندیشی، یہ ایسی صفات ہیں جو مرنے کے بعد بھی زندہ رہتی ہیں ان صفات کو اپنانا ہی مولانا کے لیے بہترین خراج عقیدت ہوسکتا ہے؛ گویا مولانا کا مشن تھا ”شعارنا الوحید إلی القرآن من جدید“ قرآنی خدمات کو دنیا بھر میں عام کرنے کے لیے نئے جوش، نئے امنگ اور جذبے کے ساتھ آگے بڑھنا چاہیے کہ یہی ہماری زندگی کا خلاصہ بھی ہے۔

مولانا فلاحیؒ کی علمی، دینی، فکری، قرآنی، حدیثی اور ہمہ جہتی خدمات قیامت کے روز ان کے میزان حسنات کو بھاری بنائے گی۔ ان شاء اللہ! اللہ تعالیٰ مولانا کی بشری لغزشوں کو درگزر فرماتے ہوئے جنت میں اعلیٰ ترین مقام عطا فرمائے۔ آمین!

کیا سوچ کر مٹی میں چھپاتے ہو دوستو
یہ گنجینۂ علوم ہے گنجینہ زر نہیں

پی۔ ڈی۔ ایف۔ # محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

صلاحیت اور صالحیت سے بھرپور ایک عظیم استاذ و مربی

مولانا عبدالرحیم فلاحی نوراللہ مرقدہ

جامعہ اکل کوا کے ناظم تعلیمات مولانا حذیفہ غلام محمد وستانوی کی تعزیتی تقریر

اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

کل نفس ذائقة الموت وإنما توفون....

برادران اسلام!

یہ دنیا ایسی ہے جس میں انسان آتا بھی ہے اور جاتا بھی ہے، موت ایک اٹل حقیقت ہے، جس کا آج تک کسی نے بھی انکار نہیں کیا، ہمارے لئے بہت ہی افسوس کا مقام ہے کہ، ہم اپنے درمیان جامعہ کے متحرک اور فعال استاد، جامعہ کی تحریک کے روح رواں، میرے ماموں حضرت مولانا عبدالرحیم، انہیں اس وقت نوراللہ مرقدہ کہنے پر مجبور ہیں، ماموں جان چونکہ میں نے انہیں بچپن سے دیکھا ہے، بلکہ میں نے اپنے حفظ کا آغاز انہیں کے پاس سے کیا ہے،

مجھے یاد ہے کہ آج سے اکتیس سال پہلے آپ تراویح کیلئے قلاباٹھ ایک شہر ہے، وہاں گئے ہوئے تھے، مجھے ساتھ لے گئے، میرا چونکہ ناظرہ ابھی ختم ہوا تھا، تو میں نے انہیں کے پاس اپنا تیسواں پارہ رمضان المبارک میں حفظ کیا، اس طرح سے گویا میرے حفظ کا آغاز ہوا، اس کے بعد درجات کتب میں آنے کے بعد، میں نے ان سے بہت سی کتابیں پڑھیں، آپ بہت سی صفات حمیدہ کے حامل تھے، اللہ رب العزت نے جہاں آپ کو علمی صلاحیت عطا فرمائی تھی، وہیں آپ صالحیت سے بھی آراستہ اور اخلاق حمیدہ سے بھی آراستہ تھے، آپ کا کام یہ تھا کہ آپ اخلاص اور للّٰہیت کے ساتھ، کس طرح جامعہ کو ترقی کی طرف لے جانا ہے، اس کے لئے کوشاں رہتے تھے اور ہم نے خود دیکھا ہے کہ بہت سے کام جن کی ذمہ داری آپ کو نہیں سونپی جاتی، مگر آپ خود سے ان کاموں کو انجام دیا کرتے تھے، جیسے صبح فجر سے پہلے تقریبا اذان سے آدھ پون گھنٹہ پہلے ہی احاطہ جامعہ میں آجاتے اور احاطہ جامعہ میں آنے کے بعد طلبہ کو اٹھاتے تھے، جب کہ یہ آپ کی ذمہ داری نہیں تھی، بلکہ جن کی یہ ذمہ داری تھی، ان کی بھی نگرانی کیا کرتے تھے، اور اگر وہ کوتاہی کرتے تو اس پر تنبیہ کیا کرتے تھے، اسی طرح والد صاحب عام طور پر جب سفر میں رہتے تو والد صاحب کی جگہ عصر کے بعد طلبہ کو نصیحت کرنا۔

اور آپ نے بیضاوی شریف پچیس سال پڑھائی، مسلم شریف پچیس سال پڑھائی، میں نے خود بیضاوی شریف آپ ہی سے پڑھی، ہدایہ پڑھائی، مشکوۃ پڑھائی، آپ کے درس بڑے مقبول ہوا کرتے تھے، آپ کی خصوصیت یہ تھی، کہ آپ طلبہ کو کام پر لگاتے تھے، کہ فلاں آیت کی تفسیر ڈھونڈ کر لاؤ، بہت سارے کام طلبہ کے ذمہ لگا دیا کرتے تھے، کہ فلاں حدیث کی تشریح ڈھونڈ کر لاؤ، اور پھر اس پر انہیں تشجیعی انعامات بھی مرحمت فرماتے تھے، اس طرح گویا آپ نے اپنی زندگی کا مشن یہ بنایا تھا کہ کس طرح سے اپنے طلبہ میں صلاحیت اجاگر کرنا ہے۔

آپ کے سلسلہ میں حضرت مولانا ذوالفقار صاحب نوراللہ مرقدہ فرمایا کرتے تھے کہ "یہ بندہ رات دن اتنی محنت کرتا ہے کہ مجھے ایسا لگتا ہے کہ یہ انسان نہیں جنات ہے" بہر حال آپ

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہمارے درمیان نہیں رہے، جامعہ کی آپ نے تینتیس سال خدمات انجام دیں، اورالحمدللہ ان 33 سالوں میں جامعہ کی ترقی میں آپ کا بہت اہم رول رہاہے، اور بہت بڑا کردار رہا ہے، ان شاء اللہ ہم آپ کی سوانح پر، اور آپ کی زندگی کے حسین پہلوؤں پر، شاہراہ علم اور جامعہ سے نکلنے والے "النور" اور "بیان المصطفی" میں روشنی ڈالیں گے،اور آپ کی زندگی کی تفصیلات قارئین کے سامنے پیش کریں گے۔

بہرحال آپ کا اس طرح سے اچانک ہمارے درمیان سے چلا جانا، یہ ایک بہت بڑی مصیبت ہے، مگر کیا کیا جائے اللہ رب العزت کا ارشاد ہے:

الذین اذا اصابتهم مصیبة قالوا إنا لله وإنا إلیه راجعون کہ مومنین کی صفت یہ ہے کہ جب انہیں کوئی مصیبت پہنچتی ہے تو سوائے اس کے کہ وہ ''إنا للہ'' کہیں اور کوئی راستہ نہیں

بہرحال ہم صبر سے کام لیں، اور ہم سب مل کر یہ نیت کریں یہ ارادہ کریں، کہ آپ نے جس مشن کو آگے بڑھایا تھا، ہم اس کو اسی طرز پر آگے بڑھانے کی کوشش کریں گے، جن لوگوں نے بھی آپ کی وفات پر حسرت ظاہر کی اور ہم لوگوں کو، والد صاحب کو، مجھے اور آپ کے صاحبزادے مفتی محمد ریحان صاحب کو فون کے ذریعے تعزیت پیش کی، اور پیغامات بھیجے، واٹس ایپ وغیرہ کے ذریعہ، ہم ان تمام کے تمام حضرات کے دل کی گہرائیوں سے ممنون ومشکور ہیں، تمام حضرات یہی کہہ رہے تھے کہ اچانک اتنے متحرک اور فعال انسان کا ہمارے درمیان سے چلے جانا کسی بہت بڑی مصیبت سے کم نہیں ہے، اللہ رب العزت آپ کی تمام خدمات کو جو آپ نے اس امت کے لئے انجام دی ہیں، اللہ رب العزت شرف قبولیت سے نوازے، اور اللہ رب العزت ہم سب کو بھی آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق مرحمت فرمائے، ہم سے جو اُن کی شان میں گستاخی ہوئی ہو، اسے معاف فرمائے اور اس کے عوض انہیں جنت میں اعلی مقام نصیب فرمائے، اللہ رب العزت ہم سب سے راضی ہو جائے، اور رضا والے اعمال کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

آپ سے میں آخری گزارش یہ کروں گا، کہ آپ سے جتنا ہو سکے، ان کے لئے ایصال ثواب کریں، خاص طور پر جن طلبہ نے آپ کے سامنے زانوئے تلمذ تہ کیا ہے، جن کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر جاتی ہے، وہ آپ کے لئے ایصال ثواب کرتے رہیں، الحمدللہ آپ کی ایک بڑی خصوصیت یہ رہی کہ اللہ کے نبی علیہ الصلاۃ والسلام نے ارشاد فرمایا:

''إذا مات الرجل انقطع عمله إلا ثلاث علم ینتفع به ....''

ہزاروں طلبہ ایسے ہیں جو آپ کے علم سے فائدہ اٹھا رہے ہیں، آپ نے اپنے پیچھے بہت سارے مقالات اور کتابیں چھوڑی ہیں، جو عن قریب شائع ہوں گی، گویا قیامت تک آپ کے علم کا فیض جاری وساری رہے گا، اسی طرح حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: وولد صالح یدعو له آپ کے تین صاحبزادے ہیں الحمدللہ دو صاحب زادے حفظ قرآن شریف مکمل کر چکے ہیں، اور ایک عالم اور مفتی بھی بن کر دینی خدمات میں لگ چکے ہیں، اور ایک صاحبزادے حفظ مکمل کرنے والے ہیں، گویا کہ یہ سب نیک صالح ہیں اور دیگر گھر والے بھی ہیں، جو ان کی مغفرت کا ذریعہ بنیں گے، اسی کو بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقہ جاریہ کہا ہے، آپ کے ذریعہ سے بہت ساری مسجدیں اور بہت سارے کنوئیں کھودے گئے اور بہت سارے یتیموں اور بیواؤں کو وظیفہ جاری ہوا، اور آپ نے ان کے لئے بہت ساری چیزیں مہیا کیں، اور بہت سارے طلباء کو ان کے ذریعے سہولت ملی، ہم امید کرتے ہیں کہ اللہ تبارک وتعالی قیامت تک یہ تمام چیزیں ان کے لیے لیے خیر کا ذریعہ بنائے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

میرے پیارے بابا جان

حضرت مولانا عبد الرحیم فلاحی کی چھوٹی صاحب زادی کے تأثرات

السلام علیکم!

آہ! میرے ابا جان میرے پیارے بابا جان! میں کیا لکھوں کیسے لکھوں؟ میرے ہاتھ کانپ رہے ہیں، ابا میں تمہارے جیسا کہاں سے لاؤں، کہاں سے ڈھونڈوں؟ آپ کی بہت یاد آرہی ہے، مجھے لگتا ہے کہ آپ سفر میں ہیں، بابا آپ کچھ دنوں میں آجائیں گے، مجھے لگتا ہے کہ آپ ابھی مجھے فون کریں گے، اور بابا میں آپ کا فون رسیو کروں گی، تو آپ اپنی میٹھی زبان سے اپنی بیٹی کا نام لیں گے، بابا آپ اپنی بیٹی کو صرف بیٹی نہیں، بلکہ الگ الگ الفاظ سے پکارتے تھے، وہ پکار آپ کی یاد آرہی ہے، بابا وہ پیار بھرا انداز یاد آرہا ہے ابا جان۔

اوہ! میں یہ کسے کہہ رہی ہوں، جواب اس دنیا میں نہیں ہیں اب وہ میرے پیارے بابا میری آواز کبھی نہیں سن سکیں گے، اور نہ ہی کبھی آپ کی بیٹی آپ کی آواز سن سکے گی۔ بہت ہی یاد آرہی ہے بابا آپ کی۔ مجھے لگتا ہے کہ میرے ابا جان کو اپنی یہ پانچ بیٹیاں بھی کم لگتی تھیں، کیونکہ اپنی یہ بیٹیاں تو روتی ہی ہیں اپنے بابا کو یاد کرکے، لیکن آج وہ بیٹیاں بھی رو رہی ہیں، جن کو میرے ابا جان نے بیٹی جیسا پیار دیا تھا۔ جب یہ بیٹیاں اپنے بابا کے گھر جاتی تھیں، تو میرے ابا جان خود فرش پہ سوتے تھے، اور اپنی بیٹیوں کو بیڈ پر سونے کو کہتے تھے، ان کے باپ نے کبھی اپنے آپ کو بڑا نہیں سمجھا، میرے پیارے بابا جان نے کبھی اپنا خیال نہیں رکھا، اور نہ ہی کبھی اپنے کپڑوں کا، بس میرے پیارے بابا جان نے اپنے کام سے کام رکھا۔ میری والدہ ہر وقت کہتی تھیں کہ اپنا خیال رکھیں، تھوڑا آرام کرلیا کریں۔ ہمیں یاد نہیں ہے کہ کبھی ابا جان جمعہ کو اُکل کوا میں رہیں، کبھی سفر سے ۴ بجے آئے تو فوراً مدرسہ چلے جاتے، ہم سب لوگ کہتے تھے، ابا تھوڑا آرام کر لیں۔ لیکن بابا نے دین کی خاطر اپنی جان قربان کردی، اس لئے کہ ابا جان بس اتنی سی عمر لے کر آئے تھے، اسی لیے انہوں نے کبھی آرام نہیں کیا۔ بہت بہت ہی تھک چکے تھے میرے پیارے ابا جان۔ اسی لئے میرے اللہ نے میرے پیارے بابا جان کو اپنے پاس آرام کے لئے بلوالیا، میرے پیارے بابا جان بہت سادگی کی زندگی گزار کر گئے، اس لئے میرے اللہ نے انھیں بہت عزت کے ساتھ اپنے پاس بلوالیا

اے میرے اللہ! ہم تیرے حکم پر راضی ہیں، تیری امانت تھی، تو نے اپنے پاس بلالیا۔

اے میرے پروردگار! میرے مرحوم باپ کی مغفرت فرما ان کے درجات کو بلند فرما، اے اللہ آپ کا بندہ بہت تھکا ہوا تھا، انہیں اعلیٰ سے اعلیٰ مقام عطا فرما۔ (آمین یارب العالمین)

..... **بنت فلاحی**

والی گلشن، وہ مخلص، باغباں رخصت ہوا	وہ انیس و مونس بے چارگاں رخصت ہوا
جس کے دم سے، رقص فرما تھی گلستاں میں بہار	کرکے وہ ویراں چمن کو، باغباں رُخصت ہوا
جو وفا کے طور پر دیتا تھا درسِ آ گہی	وہ معلم، وہ مدرس، حرزِ جاں رخصت ہوا
فخر تھا پھولوں کو جس پر، جس پہ نازاں تھی بہار	وہ بہارِ گلستاں کا، پاسباں رخصت ہوا
بادۂ وحدت پلاتا تھا، جو رندوں کو مدام	ساقی میخانہ، وہ پیر مغاں رخصت ہوا

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا

مولانا عبدالرحیم فلاحی

کچھ یادیں کچھ تأثرات

حضرت مولانا افتخار احمد صاحب قاسمی بستوی
استاذ جامعہ اکل کوا

12/اپریل بروز اتوار صبح آٹھ نو بجے کے درمیان بذریعہ واٹس ایپ حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحی کے سانحہ ارتحال کی خبر موصول ہوئی، رنج وافسوس کے گہرے اثر سے گویا اعصاب پر رعشہ طاری ہوگیا، دل ودماغ اس خبر کے یقین پر کسی طرح آمادہ نہیں ہورہے تھے،لیکن فطری طور پر اس عالم رنگ وبو کا نقشہ ہی کچھ ایسا ہے کہ دنیا کی زندگی کے بعد موت یقینی امر ہے، یہ دنیا آنی جانی ہے، اور اس کی ہر شئی فانی ہے ،دائم لافانی اور جاودانی صرف اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی ذاتِ والاصفات ہے : کل من علیھا فان و یبقیٰ وجہ ربک ذی الجلال و الاکرام

اس خاک دانِ ارضی سے نہ معلوم کتنے انسان ہر روز عالمِ آخرت کی طرف سدھارتے ہیں اور فی الحال کرونا وائیرس کے زمانہ میں تو قزاقِ اجل نے ہر طرف لوٹ مار مچا رکھی ہے، کیا امریکہ، کیا افریقہ، کیا ہند اور کیا سندھ، ہر طرف موت کا رقص ہے دوڑتی بھاگتی زندگی جامد ہوگئی ہے، جن شہروں اور بازاروں میں ہٹو بچو کے شور تھے، آج وہاں سناٹے کا راج ہے، اور گویا دنیا کا منظر نامہ،لمن الملک الیوم للہ الواحد القھار کے واقعہ کی منظر کشی کر رہا ہے،لیکن ان جانے والوں میں کچھ ہستیاں ایسی ہوتی ہیں جن کی زندگی ایک عالم کی زندگی اور جن کی موت ایک عالم کی موت ہوتی ہے، موت العالم موت العالم انھی ہستیوں میں ایک عظیم نام مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی کا ہے۔

موصوف مفتی عبد اللہ صاحب مظاہری بانی و سابق شیخ الحدیث جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کے برادرِ صغیر،اور ہندوستان کی عظیم دینی دانش گاہ جامعہ اسلامیہ اشاعت العلوم اکل کوا کے قدیم مؤقر ترین استاذ حدیث وتفسیر تھے، ہلکی سفید داڑھی بسا اوقات عربی جبہ زیب تن فرماتے، اور سرخ یا سفید عربی رومال ساتھ رکھتے، انتہائی مختصر علالت کے بعد 12 اپریل کی صبح کھروڑ بھروچ (گجرات) کے اسپتال میں انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ رجعون.

موصوف کے والدِ ماجد خاندانی کاشت کار اور بڑے زمین دار تھے، بہت ہی دین دار، پرہیز گار، علماء وصلحاء سے محبت کرنے والے تھے، علماء کی مجالس پند وموعظت میں ذوق وشوق سے حاضر ہوتے، اور پھر ان نصائح کو عملی جامہ پہنا کر اپنی زندگی کا قیمتی سرمایہ سمجھتے تھے، نہایت ہی محبت واپنائیت سے تبلیغی جماعت کی دعوت وخدمت کرتے اور ان کا تعاون کرتے، یقیناً انھی امور خیر کا نتیجہ تھا کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو ایسی اولاد عطا فرمائی، جو علم وعمل کا پیکر اور مجسمہ ثابت ہوئی۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی نے صوبہ گجرات کے قدیم وعظیم ادارہ جامعہ فلاحِ دارین ترکیسر گجرات سے سند فضیلت حاصل کی، اور پھر راہِ علم کے اس مسافر نے اپنی مزید علمی تشنگی کی سیرابی کے لئے مظاہر علوم سہارنپور کا رخ کیا، اور اکابرِ علمائے امت کی صحبت میں رہ کر خوب استفادہ کیا، اور پھر یہ طالب علم آسمان علم وعمل کا ایسا آفتاب وماہتاب ثابت ہوا، جس نے ملک ہندوستان ہی نہیں، بیرون ملک بھی امت کے ایک بڑے طبقہ کو منور کیا۔

باری تعالیٰ نے آپ کو گونا گوں صفات سے نوازا تھا تواضع،

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خوش اخلاقی، ملنساری آپ کے نمایاں اوصاف ہیں، آپ نے تدریس کی ہمہ وقتی مشغولیت کے ساتھ تصنیف وتالیف بھی جاری رکھی، اور کئی قیمتی کتابیں اور پرمغز مقالات زیورِ طبع سے آراستہ ہوکر منصۂ شہود پر آئیں، اور طالبین وشائقین کے لئے توجہ کا مرکز ثابت ہوئیں، اور اپنی جاندار خطابت سے دین متین کی ترویج و اشاعت میں بھی نمایاں کردار ادا کیا، بعض اوقات موصوف کے طویل تعلیمی اور اصلاحی دورے ہوتے، دن رات جلسوں میں شرکت کرتے، تقریریں کرتے، کانفرسوں اور جلسوں کی صدارت کرتے، اور پھر مدرسہ میں پہنچتے ہی کتبِ متعلقہ کا درس دیتے، دراصل جہد مسلسل کا یہ انداز انہوں نے اپنے برادر گرامی قدر حضرت مفتی عبد اللہ صاحب مظاہری سے سیکھا تھا، اور آپ کی زندگی کا سب سے نمایاں اور انوکھا کارنامہ ملکی پیمانہ پر قرآنی مسابقات کا انعقاد ہے، جن میں آپ پورے ذوق وشوق اور مکمل وارفتگی کا مظاہرہ فرماتے، اور یہی قرآنی خدمت آخرت میں آپ کے لئے نجات کا وسیلہ ہوگی۔ ان شاء اللہ

بندہ عاجز نے ایک دہائی سے زیادہ عرصہ جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ کی پرنور فضاؤں میں گزارا، سال میں کئی مرتبہ جامعہ کے افتتاحی واختتامی جلسوں، اور انجمن کے مسابقات میں حضرت تشریف لاتے اور خطابات میں اپنے طویل تجربات کی روشنی میں طلبہ جامعہ کو استعداد سازی کے گر بتاتے اور ممتاز طلبہ کو اپنی جیبِ خاص سے انعام دے کر حوصلہ افزائی بھی فرماتے۔

آپ اپنے بڑے بھائی حضرت مفتی عبد اللہ صاحب مظاہری کے بہت ہی معتمد، مزاج شناس اور ان کے مشن میں معین ومددگار تھے، آپ کا اس طرح اس دنیا سے اچانک رخصت ہوجانا حضرت مفتی صاحب اور آپ کے اہل خانہ ومتعلقین کے لئے بہت بڑا حادثہ ہے، اور یہ تکلیف اس وقت کئی گنا بڑھ گئی، جب کہ لاک ڈاؤن کی وجہ سے بہت سے اہلِ خانہ کے ساتھ آپ کے بڑے بھائی حضرت مفتی عبد اللہ صاحب جو گزشتہ کئی سالوں سے صاحبِ فراش ہونے کے ساتھ ساتھ، قید وبند کی دل دہلا دینے والی صعوبتوں سے دوچار ہیں، وہ بھی آپ کے آخری دیدار سے محروم رہے۔

بہرحال اس وقت حضرت اقدس کے متعلقین کی کیفیات بھی ناقابل بیان ہیں، یقیناً اس اندوہناک حادثہ پر غیر معمولی تاثر ایک فطری امر ہے۔ ہم خدام بھی اس روح فرسا سانحہ فاجعہ پر غم و الم کی سخت وشدید مضطربانہ کیفیت محسوس کرتے ہیں، اور تعزیت کناں ہیں، یہ الفاظ تاثرات کا شکستہ اظہار ہیں۔ بارگاہ خداوندی میں بہ صمیم قلب دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے درجات بلند فرمائے، اور متعلقین ومتسبین کو صبر جمیل کی توفیق ارزانی فرمائے۔

عمر بھر قرآن کا پیغام پھیلاتا رہا
ہر گھڑی اسلام کی تبلغ فرماتا رہا
اچانک دے گیا داغِ جدائی
فضائے قدس اس کو راس آئی

ایک طالب علم نے عالم ربانی حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحیؒ سے ہنسی میں کہا تھا، حضرت آپ سے ایسا تعلق ہے کہ ہم آپ سے کوسوں دور کیوں نہ ہوں، آپ کی مٹی میں تو کیسے بھی ہو ہم شامل ہوکر رہیں گے۔

مولانا مرحوم نے (مبارک عظیم آبادی کا یہ مشہور شعر جو عارف باللہ مصلح الامۃ حضرت مولانا شاہ وصی اللہ صاحبؒ اکثر پڑھا کرتے تھے، پڑھا:

پھول کیا ڈالوگے تربت پر مری
خاک بھی تم سے نہ ڈالی جائے گی

آج ایسا ہی ہے، پورا ملک تالا بندی کے کرب ناک ماحول میں سسکیاں لے رہا ہے، اکل کوا کے تمام طلبہ تڑپ رہے ہیں، لیکن حضرت مولانا کی مٹی میں شامل نہیں ہوسکتے۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

مولانا عبدالرحیم فلاحی نوراللہ مرقدہ اور حفظ حدیث بیداری مہم

مبارک صدیقی متعلم دارالعلوم دیوبند

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحی رحمۃ اللہ علیہ، محدث جامعہ اکل کوا کو علم حدیث اور اس سے شغف رکھنے والوں سے بے پناہ محبت تھی، انہیں غم تھا کہ ہندوستان میں طلبہ مدارس کے اندر حفظ حدیث کا رجحان کم ہوتا جارہا ہے؛ آپ نے طلبہ میں حفظ حدیث کے تئیں بیداری کے لیے ہر ممکن کوشش کی؛ چنانچہ آپ نے جامعہ اکل کوا کی جانب سے ہر تین سال پر منعقد ہونے والے کل ہند مسابقت القرآن میں؛ حفظ حدیث کی ایک اضافی فرع کو شامل کیا؛ اس فرع میں آپ کی دل چسپی کا یہ عالم تھا کہ مسابقہ اور مساہمین کی تمام تر ذمہ داریوں کے باوجود از شروع تا آخر سائل کی حیثیت سے حدیث کی فرع میں موجود رہتے، اور ایک ایک مساہم کی حدیث حرف بہ حرف خود سماعت فرماتے۔

حفظ حدیث کے متعلق ان کے درد اور فکر کا ہی نتیجہ ہے کہ جامعہ اکل کوا میں فجر کی نماز سے قبل روز ایک حدیث پڑھی جاتی ہے، اور ساتھ ہی مسجد میمنی سے متصل باغ کے بلیک بورڈ پر روز ایک حدیث لکھی جاتی ہے؛ تاکہ طلبہ کتب کے علاوہ حفظ و دینیات کے طلبہ میں بھی حفظ حدیث کا جذبہ پیدا ہو، اور حدیث سے متعلق یہ دونوں کام حضرت فلاحی کی نگرانی میں انجام دیئے جاتے ہیں۔

جامعہ اکل کوا میں دینیات کے طلبہ کو چہل حدیث اور حفظ کے طلبہ کو "چہل اللہم" (ان چالیس ماثور و منقول دعاؤں کا مجموعہ جن کی شروعات "اللہم" سے ہوتی ہے) ازبر یاد کرائی جاتی ہیں۔

آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی کہ مولانا وستانوی کو اس انوکھے انداز سے طلبہ میں حدیث کا بیج بونے کا مشورہ بھی مولانا فلاحی نے ہی دیا تھا، جس کے بعد ہی مولانا وستانوی نے جامعہ کے مؤقر استاذ مولانا نظام الدین صاحب سیتامڑھی کو "اشاعتِ چہل حدیث" اور "چہل اللہم" کی تالیف کا حکم فرمایا۔

مولانا فلاحی میں طلبہ کے اندر حفظ حدیث کے چلن کو عام کرنے کا جذبہ اس قدر تھا کہ بلیک بورڈ پر حدیث پڑھنے والے طلبہ پر نظر رکھا کرتے اور موقع بہ موقع اس کی حوصلہ افزائی کر آگے کے لیے رہنمائی فرماتے۔

حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی محدث جامعہ اکل کوا نے طلبہ کے درمیان حفظ حدیث کے چلن کو عام کرنے کے لیے ایک طریقہ یہ اختیار کیا کہ مسجد میمنی میں فجر کی نماز سے قبل روز ایک طالب علم کو ایک حدیث پڑھنے کا مکلّف بناتے اور باضابطہ از خود موجود رہ کر اس کی حدیث سماعت کرتے؛ آپ کی اس کوشش سے جہاں حدیث پڑھنے والے طالب علم کی حوصلہ افزائی ہوتی، وہیں سماعت کرنے والے طلبہ میں حدیث یاد کر کے تمام طلبہ کے سامنے پڑھنے کا جذبہ جوش مارنے لگتا۔

ایسا ہی ایک غبی طالب علم جس نے قرآن کریم مکمل کرنے میں پورے پانچ سال لگائے تھے، جب شعبہ کتب کے درجہ فارسی داخلہ لیا اور فجر کی نماز کے وقت روز ایک طالب علم کو مائک پر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حدیث پڑھتے دیکھا تو اس کے دل میں بھی طلبہ کے سامنے حدیث پڑھنے کا شوق ہوا، مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ وہاں حدیث پڑھنے والے درجات علیا کے وہ نمایاں طالب علم ہوتے ہیں جسے مولانا فلاحی کے ذریعہ منتخب ہونے کا شرف حاصل رہتا ہے۔

ان تمام ضابطوں سے نابلد وہ بارہ سالہ فارسی کا طالب چھوٹی موٹی حدیث کی کتابوں سے روز ایک حدیث یاد کرکے جاتا اور آگے بڑھ کر مائک پر قبضہ کرنے کی ناکام کوشش کرتا؛ ناکام اس لیے کہ منتخب شدہ طالب علم اپنا پیدائشی حق سمجھتے ہوئے اس قدر اعتماد کے ساتھ مائک کی طرف بڑھتے کہ اس طالب علم کو اقدام کی ہمت ہی نہ ہوتی۔

بالآخر عیدالاضحیٰ کے ایام تعطیل میں اس طالب علم نے مائک پر قابو پا ہی لیا اور اس کے لیے یہ پہلا موقع تھا کہ کسی بھرے مجمع میں وہ کچھ کہہ رہا ہو اور پورا مجمع خاموشی کے ساتھ ہمہ تن گوش بن کر اس کی اور صرف اس کی باتوں کو سن رہا ہو۔

پھر کیا تھا اس کی ہمت بڑھی اور بڑھتی گئی روزانہ پورے اعتماد کے ساتھ مائک اٹھانے کا وہ عادی بن گیا اور شاید ایام تعطیل میں باضابطہ کوئی طالب علم منتخب نہ کیا جاتا ہو، اس لیے بھی اس کی راہ ہموار ہوتی گئی۔

مگر ایک دن اس کے ذریعہ پیش کی جانی والی حدیث کے ابتدائی الفاظ تھے: " طوبی للمسلمین.... "

جس کا ترجمہ اس نے کیا کہ: مسلمانوں کے لیے بہتر یہ ہے کہ.....طوبی کا ترجمہ بہتر سے کرنا، واقعی ایک نئی بات تھی، وہاں بیٹھا ہر ہشیار شخص متوجہ ہو گیا، حتی کہ پہلی صف میں مکمل جاہ وجلال کے ساتھ تشریف فرما مولانا وستانوی دام ظلہ علینا بالعافیہ (بڑے حضرت) نے بھی نگاہ اٹھا کر اس طالب علم کو دیکھا، اور نماز کے بعد فوراً ہی "بٹر" کی لائن سے گرفتار کرکے مولانا فلاحی کے حضور پیش کردیا گیا۔

باز پرس کے دوران جب مولانا فلاحی کو علم ہوا کہ یہ فارسی کا طالب علم ہے، تو حفظ حدیث کے تئیں اپنی کوشش کو کامیاب دیکھ کر بلا مبالغہ حضرت اشکبار ہو گئے اور آبدیدہ آنکھوں کے ساتھ دیر تک نہ معلوم کیا کیا دعائیں دیتے رہے اور اخیر میں پانچ سو روپیہ کا انعام دے کر اس طالب علم کو رخصت کیا، جو اس وقت کے حساب سے ایک چھوٹے طالب علم کے لیے بہت زیادہ رقم تھی۔

حضرت نے اس طالب علم کے جذبوں کا سہارا لے کر عصر کی نماز کے بعد ہونے والی مجلس میں (جو روزانہ مسجد میمنی میں لگا کرتی ہے جس میں اکثر مولانا وستانوی (بڑے حضرت) کا بیان ہوتا ہے اور ان کی عدم موجودگی میں کبھی کبھی مولانا فلاحی طلبہ کو نصیحت کیا کرتے تھے) اس طالب کا نام لئے بغیر تذکرہ کرکے دوسرے طلبہ کو حفظ حدیث کی ترغیب فرمائی، جو جہاں حاضرین طلبہ کے راہ نما ہے، وہیں اس طالب علم کے لیے حوصلہ افزائی کا گراں قدر سامان۔

مولانا فلاحی نے اس طالب علم کو اپنی نگاہوں میں بسا لیا، راہ چلتے جب بھی نگاہ ملتی بے اختیار مسکرا کر اپنے تعلق کا اظہار فرماتے۔

ہم ایک طالب علم کے واقعہ کو بیان کرکے یہ ظاہر کرنے کی کوشش کررہے ہیں کہ کس طرح مولانا فلاحی حدیث نبوی کو لے کر فکر مند تھے کہ ایک ایک طالب علم کو ابتدائی درجہ سے ہی نگاہ میں رکھتے اور اس کی حوصلہ افزائی کرکے اس کی راہ نمائی فرماتے تھے؛ جب کہ وہ طالب علم آپ سے متعلق بھی نہیں ہوتا؛ یقیناً ایسا بے لوث خادم حدیث مشکل ہی سے ملتا ہے۔ اللہ حضرت کو بہترین بدل عطا فرمائے۔ آمین

حضرت مولانا عبد الرحیم صاحب فلاحی رحمہ اللہ محدث جامعہ اکل کوا نے شعبہ کتب کے علاوہ حفظ قرآن کے طلبہ کو بھی حفظ حدیث کی طرف راغب کرنے کے لیے دارالقرآن اور مطبخ کے درمیانی راستہ پر واقع مسجد میمنی والے باغ کے بلیک بورڈ (جو حضرت وستانوی کے دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بنائے جانے کی

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خوشی میں ہونے والے استقبال کے موقع پر اشعار وغیرہ لکھنے کے لیے بنایا گیا تھا) پر روز ایک حدیث لکھوانے کا نظم بنایا؛ اس وقت تک، بارہ سالہ فارسی کا طالب علم درجہ فارسی میں ۹۹:۶۵ فیصد اوسط کے ذریعہ اول پوزیشن سے کامیاب ہوکر اب عربی اول میں آچکا تھا اور مولانا وستانوی اس کے فارسی والے سال کے آخر میں دارالعلوم دیوبند کے مہتمم بنائے گئے تھے۔

ایک دن اول (ھ) کا وہ طالب علم پہلے گھنٹہ کے بعد جب قضائے حاجت کے لیے باہر نکلا تو بلیک بورڈ پر حوالہ سے عاری ایک حدیث کو لکھا پایا، تو غصہ سے اس کا چہرہ لال ہوگیا؛ کیونکہ گزشتہ ایک سال میں اس نے حوالہ کے بغیر لکھی ہوئی بہت سی حدیثوں کو یاد کرلیا تھا، جو بعد میں عربی کا محاورہ یا کسی بزرگ کا قول ثابت ہوا تھا اور غیر حدیث کو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قول سمجھ کر یاد کرلینے پر اسے بے حد افسوس بھی تھا۔

وہ الٹے پاؤں واپس درس گاہ آیا اور چاک لے جاکر انتہائی تلخ انداز میں اس بورڈ کی خالی جگہ پر یہ لکھا:

"اگر یہ حدیث ہے تو حوالہ لکھو، اور اگر کسی بزرگ کا مقالہ ہے تو اس کی وضاحت کرو، اور اگر معلوم نہیں ہے تو آئندہ بورڈ پر اپنی صلاحیت مت جھاڑنا"

اس کے خواب وخیال میں بھی نہیں تھا کہ یہ حدیث کا لکھنا کسی استاذ کی نگرانی میں بھی ہوسکتا ہے؛ کیونکہ جامعہ میں اب تک گزارے چھ سال کی مدت میں اس نے ایسا کچھ نہیں دیکھا تھا۔

استنجاء سے فراغت کے بعد جب وہ تیز قدموں سے درس گاہ کی طرف جارہا تھا تو بلیک بورڈ پر اس کی سرسری نگاہ پڑ گئی، جس میں اسے تبدیلی کا احساس ہوا، وہ فوراً بلیک بورڈ کے سامنے آکھڑا ہوا، اب وہ بلیک بورڈ اسے پہلے سے کئی گنا زیادہ خوبصورت معلوم ہو رہا تھا؛ کیونکہ اس پر لکھی حدیث نہ صرف مشکوۃ شریف کے حوالے سے مزین تھی؛ بلکہ لکھنے والے نے الفاظ حدیث کے ارد گرد لگے گردوغبار کو بھی اچھی طرح صاف کردیا تھا۔

دوپہر کو جامعہ کا سب سے لذیذ کھانا "دال، چاول" کھا کر پیٹ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے جب وہ طالب علم درس گاہ کی طرف جارہا تھا تو اچانک ایک سینئر طالب علم کی اس سے ملاقات ہوئی جس نے غیر متوقع طور پر کہا کہ مولانا فلاحی نے اسے شاہراہ علم کے دفتر میں بلایا ہے۔

اگرچہ پہلے واقعہ کے بعد مولانا نے اسے پہلی دفعہ یاد کیا تھا؛ مگر راہ چلتے نگاہ ملتے ہی مولانا کی مسکراہٹ کی بنا پر اسے اس بلاوے پر ذرہ برابر تعجب نہ ہوا۔

"شاہراہ علم" (جامعہ اکل کوا کا مقبول ترین ماہانہ رسالہ) کے دفتر میں داخل ہوتے ہی اس کی نگاہ مولانا پر پڑی جو اپنے علمی جلالت کے ساتھ آرام دہ کرسی پر تشریف فرما تھے اور موٹے موٹے چشمے کے اندر سے جھانکتی ہوئی بڑی بڑی آنکھیں دیکھنے والے پر ہیبت ڈالنے کے لیے کافی تھیں۔

سلام کا جواب دیتے ہی مولانا کا سوال تھا کتنی حدیثیں یاد کرلیں؟

جواب ملا: تقریبا سولہ سو۔

بلا کسی اظہار تعجب کے اگلا سوال تھا حوالہ کے ساتھ؟

اب اس طالب علم کی کیفیت اس بچے کی سی تھی جسے ماں نے دودھ سے ملائی کھاتے ہوئے پکڑ لیا ہو؛ کیونکہ بلاوے کا مقصد اس کی سمجھ میں آچکا تھا۔

جواب ملا: جی! سب نہیں۔

حکم ہوا حدیث سناؤ؟ اس نے اطمینان کے ساتھ تقریبا پانچ حدیثیں فوراً سنادی۔

حضرت نے پاکٹ میں ہاتھ ڈالا اور پچاس پچاس کے دو نوٹ اس کے ہاتھ میں دے کر فرمایا:

"حدیث حوالہ کے ساتھ یاد کیا کرو"

پھر چند رسمی گفتگو کے بعد وہ طالب علم آسمان کی طرف قدم بڑھاتا واپس ہوا۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

یہ عقدہ اب تک نہیں کھل پایا ہے کہ بورڈ پر غصہ اتارتے ہوئے مولانا نے اسے دیکھ لیا تھا یا کسی طالب علم نے مولانا سے اس کی شکایت کی تھی۔

بہ ہر حال یہ دوسرا موقع تھا جب مولانا نے حفظ حدیث کی بنیاد پر اس طالب علم کی غلطیوں کو معاف کر کے اسے انعامات سے نوازا اور اس کے حوصلہ کو چار چاند لگا دیا۔

نہ معلوم ایسے کتنے طلبہ ہوں گے جن کے حوصلوں کو مولانا فلاحی نے آسمان کی راہ دکھائی ہوگی، ہم چاہتے ہیں کہ وہ آگے آئیں اور اپنے غم میں ایک دوسرے کے شریک بنیں۔

آخری ملاقات

ابتدائی فارسی کا وہ طالب علم اب سولہ سال کا ہو چکا تھا اور ساتھ ہی اب وہ نم آنکھوں سے اپنے تمام مشفق اور دل و جان سے اس کی ترقی کے خواہاں اساتذہ کو چھوڑ کر اعلی تعلیم کے لئے عالمی ادارہ ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے سرچشمہ علم سے فیض یاب ہونے والوں میں شامل ہو چکا تھا۔

دیوبند سے تقریبا چالیس کیلومیٹر دور ایک گاؤں "ٹوڈہ" ہے، جہاں کے ایک چھوٹے سے ادارہ "جامعہ دارالفلاح" میں مولانا شعیب صاحب قاسمی "تنظیم دعوۃ القرآن" کے تحت سالانہ مسابقت القرآن والخطابت کا بندوبست کرتے ہیں۔

آج سے چار سال قبل اس طالب علم نے دارالعلوم دیوبند کی دیواروں پر ٹوڈہ کے مسابقہ سے متعلق ایک اعلان چسپاں دیکھا، جس میں مہمان خصوصی کے طور پر مدعو افراد میں جامعہ اکل کوا کے مہتمم خادم القرآن حضرت مولانا غلام محمد صاحب وستانوی دام ظلہ علینا کا نام نمایاں طور پر لکھا ہوا تھا۔

پروانے کے شمع کی طرف متوجہ ہونے کے مترادف اس نے بھی صرف اور صرف حضرت رئیس الجامعہ سے ملاقات کا شوق رکھتے ہوئے اس مسابقہ میں حصہ لیا؛ مگر جب وہ ٹوڈہ پہنچا تو خبر ملی کہ مولانا وستانوی کی جگہ کل ہند مسابقت القرآن کے ناظم اعلی مولانا عبدالرحیم صاحب فلاحی اور جامعہ اکل کوا کے مؤقر اور محبوب استاذ الشیخ خالد بن ابراہیم الیمنی مسابقہ میں شرکت کریں گے۔

اس طالب علم کو یہ خبر گدگدیاں کر رہی تھی خوشی اس کے چہرہ سے چھلک رہی تھی؛ حضرت سے ملنے کے شوق میں اس نے خلاف عادت خوشنما لباس کے ساتھ ایک بڑی سی پگڑی بھی لگا لی۔

جب حضرت کی آمد کا وقت قریب ہوا تو پورا گاؤں سراپا استقبال بنا ان کی راہوں پر نگاہیں بچھائے بیٹھا تھا۔ منتظم حضرات نے وہاں موجود ہزاروں لوگوں کو تین حصوں میں تقسیم کیا، ایک حصہ جو مختلف سواریوں سے لیس تھا، اسے دو کیلومیٹر آگے حضرت کے استقبال کے لیے بھیجا گیا، دوسرے حصے کو راستوں کے درمیاں حضرت کی گاڑی پر پھول نچھاور کرنے کا کام سونپا گیا اور تیسرے حصے کے ذمہ اسٹیج پر نعرہ بازی کا کام آیا۔

اس طرح پورے نظم و نسق کے ساتھ دو کیلومیٹر کی دوری سے حضرت کا پرتپاک استقبال کیا گیا، جسے حضرت نے اپنے خصوصی بیان میں قرآن کریم کی برکت قرار دیا۔

اس موقع پر قابل ذکر لطیفہ یہ ہوا کہ جب اسٹیج پر خبر پہنچی کہ مولانا فلاحی کا قافلہ اب اسٹیج پر پہنچنے ہی والا ہے، تبھی وہی طالب علم آگے بیٹھنے کے شوق میں پنڈال میں داخل ہوا، اور درمیان کے راستے اسٹیج کی طرف بڑھنے لگا، حاضرین بڑی پگڑی اور نفیس لباس دیکھ کر اسے ہی مولانا فلاحی سمجھ کر کھڑے ہو گئے اور زور زور سے نعرے لگانے لگے، جب اسے احساس ہوا تو شرمندہ ہو کر فورا ایک کرسی پر بیٹھ گیا اور حاضرین اپنی ہی بیوقوفی پر زور زور سے ہنسنے لگے۔

بہ ہر حال استقبالیہ مجلس کے بعد اس طالب علم نے حضرت سے ملاقات کی ٹھانی اور مہمان خانے کا رخ کیا اور خود کو گجراتی اور حضرت کا رشتہ دار بتا کر وہاں موجود منتظمین کے بے جا سوالوں سے جان چھڑائی اور حضرت کی قیام گاہ پر حاضر ہوا۔

اتنے سالوں بعد بھی حضرت نے نہ صرف اسے پہچان لیا؛

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

بلکہ بے اختیار بستر سے کھڑے ہوکر گلے لگایا اور نہایت فخریہ انداز میں شیخ خالد بن ابراہیم سے عربی زبان میں کہا کہ:

"یہ اپنے جامعہ کا بچہ ہے اور اب دارالعلوم دیوبند میں پڑھتا ہے۔"

پھر دیر تک دارالعلوم دیوبند کے احوال و انتظام کے متعلق معلوم کرتے رہے۔

حضرت کی مشفقانہ گفتگو سے شہ پاکر اس نے بھی ایک سوال کر دیا کہ: آپ ان علاقوں میں نہیں آتے ہیں؟

حضرت نے مسکرا کر رازدارانہ انداز میں جواب دیا کہ:

"ادھر کے جلسوں میں دارالعلوم دیوبند کے اکابر بھی ہوتے ہیں، جن کے سامنے کھل کر گفتگو کرتے نہیں بنتی ہے۔"

تبھی کچھ طلبہ اندر آئے اور شیخ خالد بن ابراہیم کا پاؤں دبانے لگے یہ دیکھ اس نے بھی حضرت کے پاؤں دبانے کے لیے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ حضرت نے دل کو چھبتا ہوا جملہ ارشاد فرمایا:

"تم محدث ہو، تم سے پاؤں دبوانے میں شرم آتی ہے۔"

یہ سننا تھا کہ وہ طالب علم شرم سے پانی پانی ہو گیا؛ کیونکہ دارالعلوم دیوبند (جہاں ملک و بیرون ملک سے ہر سال بیس ہزار کے قریب چنندہ اور ممتاز طلبہ داخلہ کے لیے آتے ہیں اور دارالعلوم دیوبند ان میں سے صرف دو ہزار کو قبول کرتا ہے جو ملائی میں مکھن کی حیثیت رکھتے ہیں اور جہاں اپنی صلاحیت منوا کر تکرار کے لیے اپنا حلقہ بنانا قلعہ فتح کرنے سے کم نہیں ہے) میں اپنے وجود کو بنانے اور روز نئے نکات اور نمایاں و کامیاب طالب علمانہ کوشش کرنے کے لیے درسیات میں وہ اس طرح لگا کہ اسے یاد ہی نہ رہا تھا کہ کبھی وہ روزانہ ایک حدیث یاد کرنے کا عادی بھی رہ چکا ہے۔

رسمی گفتگو کے بعد وہ حضرت سے ڈھیر ساری دعائیں لے کر رخصت ہوا۔ اگلے روز جب حضرت کی واپسی ہورہی تھی اور محبین آگے بڑھ بڑھ کر مصافحہ کی کوشش کر رہے تب یقیناً حضرت کی نگاہ اسے ڈھونڈ رہی تھی اور اس کا احساس اس طالب علم کو بھی ہوا؛ اس لیے وہ مجمع کو کھدیڑ کر حضرت کے سامنے آدھمکا، حضرت نے مسکراتے ہوئے مصافحہ کیا اور طالب علم صرف اتنا کہہ پایا کہ

"میں جامعہ آکر آپ سے ملوں گا"

اور بھیڑ نے اسے آگے بڑھنے پر مجبور کر دیا۔

اس طالب علم کو معلوم نہیں تھا کہ حضرت سے اس کی یہ آخری ملاقات ہے؛ پھر اگر وہ جامعہ گیا بھی تو حضرت کی روحانیت تو ملے گی، حضرت نہ ملیں گے۔

حضرت کا اس معمولی طالب علم سے اس انداز کا تعلق صرف اور صرف حفظ حدیث کی بنیاد پر تھا؛ کیونکہ نہ تو وہ حضرت کے علاقے کا تھا اور نہ ہی حضرت کا باضابطہ شاگرد؛ اگر کچھ تھا تو وہ اس طالب علم سے وابستہ حضرت کی امید تھی کہ وہ ان کے مشن کو ان کے بعد بھی جاری رکھے گا۔ اللہ اس طالب علم کو حضرت کی امید پر کھڑا اترنے کی ہمت اور توفیق دے۔ آمین

یہ تو صرف ایک طالب علم کے واقعات تھے؛ اب انشاء اللہ ہم ہندوپاک کی اس عظیم شخصیت کا تذکرہ کریں گے؛ جنہوں نے حضرت سے حوصلہ پاکر بلندیوں اور مقبولیت کی انتہاء کو چھویا؛ اور جن کی کامیابی پر مولانا فلاحی نے باضابطہ جشن منایا اور طلبہ کو نصیحت کرتے ہوئے بارہا جن کے حوالے بھی دیئے؛ اگر ہم ان کا نام لے لیں تو ہر علمی شخص ان سے اپنا رشتہ جوڑے گا۔

جامعہ اکل کوا میں مطبخ کے نظم و نسق کی بہتری کے لیے عصر کی نماز کے بعد طلبہ دینیات کے طعام سے فارغ ہونے تک دارالقرآن میں حفظ قرآن کے طلبہ کو اور طلبہ حفظ قرآن کے کھانے سے فارغ ہونے تک مسجد میمنی (جامعہ اکل کوا کی مرکزی مسجد جہاں عالمیت کے طلبہ پنج وقتہ نماز پڑھتے ہیں اور سالانہ واہم اجلاس اسی مسجد میں منعقد کیے جاتے ہیں) میں کتب کے طلبہ کو روکے رکھا جاتا ہے؛ اس دوران دارالقرآن میں حضرت وستانوی کے بڑے بھائی نائب مہتمم جامعہ حافظ محمد اسحاق صاحب حفظہ اللہ کا اور مسجد میمنی میں مولانا وستانوی مہتمم جامعہ کا بیان ہوتا ہے؛ البتہ

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

حضرت وستانوی (بڑے حضرت) کی عدم موجودگی میں کبھی کبھی مولانا فلاحی طلبہ کو نصیحت کیا کرتے تھے؛ ایسے ہی ایک موقع پر اساتذہ کے ادب سے متعلق طلبہ کو سمجھاتے ہوئے فرمایا کہ:

جامعہ مظہر سعادت ہانسوٹ (جو مولانا فلاحی کے بڑے بھائی مولانا عبداللہ صاحب مظاہری کا قائم کردہ گجرات کا ایک مشہور و معتبر ادارہ ہے) کے ایک طالب علم (جسے فراغت کے بعد اسی مدرسہ میں پڑھانے کے لیے مقرر کیا گیا تھا) کو جب اعلی صلاحیت کی بنیاد پر وہاں کا پہلا شیخ الحدیث بنایا جارہا تھا تو اس نے یہ کہہ کر اس جلیل القدر عہدہ کو قبول کرنے سے انکار کردیا کہ اس کے اساتذہ جن سے اس نے حدیث پڑھی ہے وہ اس کے زیادہ حق دار ہیں۔

مولانا فلاحی نے فرمایا: اپنے اساتذہ کے تئیں اس طالب علم کی قربانی کا صلہ اللہ نے اسے یہ دیا کہ اگلے ہی سال اسے ام المدارس ازہر ہند دارالعلوم دیوبند کے مسند تدریس پر فائز کردیا، اور پھر مولانا فلاحی نے انتہائی فخریہ اور والہانہ انداز سے اس طالب علم کا نام یہ کہتے ہوئے بتایا کہ: اسے آج پورا ہندوستان ''مفتی اشرف عباس صاحب قاسمی دربھنگوی'' کے نام سے جانتا ہے۔

اتفاق سے وہ سولہ سالہ معمولی طالب علم بھی اس مجلس میں موجود تھا؛ چنانچہ جب وہ اعلی تعلیم کے لیے دارالعلوم دیوبند پہنچا تو اس نے مفتی اشرف عباس صاحب سے متعلق تحقیقات کیں تو حیرت زدہ رہ گیا کہ مفتی اشرف عباس صاحب قاسمی دارالعلوم دیوبند کے صرف ایک استاذ نہیں؛ بلکہ طلبہ کی جان ہیں، طلبہ پروانہ وار حضرت الاستاذ کے اردگرد منڈلاتے رہتے ہیں، حضرت کے پاس بیٹھنے، ان کی باتوں کو سننے میں طلبہ کو لذت محسوس ہوتی ہے، اگر کبھی کسی کو غلطی پر متنبہ کرنے کے لیے ڈانٹ دیں تو وہ فخریہ دوستوں میں بیان کرتا پھرتا ہے: اور اسی لیے جب کبھی طلبہ، اہتمام یا انتظامیہ سے مشتعل ہوکر احتجاج کرتے ہیں تو طلبہ کو قابو میں لانے کے لیے حضرت الاستاذ کا سہارا لیا جاتا ہے۔

درس و تدریس کا عالم یہ ہے کہ مشکل سے مشکل ترین مسئلہ کو سہل اور آسان انداز میں چٹکیوں میں سمجھا دیتے ہیں؛ ان کے پاس کسی بھی کتاب کو پڑھنے والا طالب علم خود کو اس فن میں ماہر سمجھنے کا پورا پورا حق دار ہوتا ہے۔

علمی استحضار ایسا کہ راہ چلتے بھی اگر کسی بھی فن سے متعلق کچھ بھی معلوم کرلیا جائے تو ایسا تشفی بخش جواب ملتا ہے کہ سائل مطمئن ہوئے بغیر واپس نہیں ہوتا۔

اور اللہ نے مقبولیت ایسی دی ہے کہ دارالعلوم دیوبند میں بڑے بڑے محدثین ہونے کے باوجود دیوبند اور اطراف دیوبند کے ہر قابل ذکر جلسہ میں حضرت کی موجودگی لازم سمجھی جاتی ہے۔

دارالعلوم دیوبند کے علاوہ "اسلامک فقہ اکیڈمی انڈیا" کے بھی حضرت مفتی صاحب روح رواں ہیں کہ ان کے بغیر اکیڈمی کی نہ تو کوئی مجلس ہوتی ہے اور نہ ہی کوئی سیمینار۔ الغرض اگر مفتی صاحب کے اوصاف لکھے جائیں تو بلا مبالغہ ہزاروں صفحات بھی کم پڑیں گے۔

مگر حیرت کی انتہا اس وقت ہوئی جب مولانا فلاحی کے انتقال کے بعد مفتی صاحب کا مقالہ نظر سے گزرا؛ کیونکہ اس مقالہ میں حضرت الاستاذ نے مولانا فلاحی کو نہ صرف اپنا استاذ بتایا؛ بلکہ بہت سے موقع پر انہیں اپنا راہنما بھی قرار دیا؛ اور صاف لفظوں میں کہا کہ ان کی حوصلہ افزائی کے لیے مولانا فلاحی نے جامعہ اکل کوا کے مسابقات میں انہیں حکمیت کی ذمہ داری بھی سونپی۔

ایک کامیاب ترین انسان کے پس پشت مولانا فلاحی کی کارفرما شخصیت کی موجودگی صاف گواہی دیتی ہے کہ مولانا فلاحی قرآن اور حدیث کے بے لوث خادم ہونے کے ساتھ ساتھ رجال ساز بھی تھے؛ جن کی حوصلہ افزائیوں کے نتیجہ میں نہ معلوم کتنے "مفتی اشرف عباس صاحب قاسمی" پیدا ہوئے ہوں گے۔

اللہ مولانا فلاحی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب فرمائے اور امت کو ان کا بدل عطا فرمائے۔ آمین

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

خبروں کی دنیا

News World

محمد ادریس ولی اللہی

جامعہ پھلت میں فارغین حفظ کی دستار بندی

مسندالہند حضرت شاہ ولی اللہ کے وطن مالوف پھلت کی معروف دعوتی، دینی درس گاہ جامعہ امام ولی اللہ اسلامیہ میں شعبہ حفظ سے فارغ ہونے والے 18 طلباء کی دستار بندی کی تقریب ۲۱/مارچ کی صبح دس بجے منعقد ہوئی، جس کی صدارت جامعہ کے روح رواں داعی اسلام حضرت مولانا محمد کلیم صدیقی نے فرمائی، اپنے صدارتی خطاب میں مولانا نے فرمایا کہ قرآن کتاب ہدایت ہے اور اللہ کا آخری منشور ہے، بحیثیت کتاب ہدایت قرآن کا تعارف سارے عالم تک پہنچانا حاملین قرآن کی ذمہ داری ہے، اور ایک دعوتی ادارہ کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے ہماری یہ بھی ذمہ داری ہے کہ ہم برادران وطن تک قرآن کے پیغام کو پہنچائیں تاکہ قرآن کریم کے تعلق سے جو غلط فہمیاں پھیلائی گئی ہیں ان کا سد باب ہوسکے، اس لئے کہ قرآن ہی ایسی کتاب ہے جس کی تعلیم سے جہالت کے اندھیرے چھنٹتے ہیں اور علم کی روشنی پھیلتی ہے، جہالت کو آج ہمارے رواجی طرز زندگی میں نہ برائی تصور کیا جاتا ہے اور نہ عیب۔ جب کہ قرآن پاک نے چودہ سو سال پہلے اِقرأ کے ذریعہ ساری جہالتوں کا خاتمہ کیا تو یہ تصور دیا کہ جہاں علم کی روشنی ہوگی، جہالت کی تاریکیاں خود بخود ختم ہوتی چلی جائیں گی۔

جامعہ کے مہتمم حضرت مولانا محمد طاہر ندوی نے اس موقع پر فارغین کو مبارکباد دیتے ہوئے کہا کہ آپ داعی ہیں اور داعی الی الخیر کی پہلی ذمہ داری ہے کہ وہ خود جانے کہ خیر ہے کیا، جب آپ خیر کو پہچان لیں گے تو اس کو بانٹنے کی فکر ہوگی اور پھر خیر پھیلے گی، اس کائنات کی سب سے بڑی خیر قرآن کریم ہے اس سے شغف سب سے بڑی سعادت ہے، مولانا نے مزید کہا کہ قرآن سیکھنا اور سکھانا بڑی سعادت ہے اس سے وابستگی دارین کی سعادت کا ذریعہ ہے ہمیں اس موقع کو ہاتھ سے نہیں جانے دینا چاہئے، ماہنامہ ارمغان کے مدیر مولانا وصی سلیمان ندوی نے شعبہ حفظ کے اساتذہ اور فارغین کو مبارکباد پیش کرتے ہوئے کہا کہ جو لوگ قرآن پڑھنے اور پڑھانے میں لگے ہوئے ہیں وہ اس زمین پر سب سے بہتر کام انجام دینے والوں میں شمار کئے جاتے ہیں، اللہ کی طرف سے انھیں ہر طرح کی خیر حاصل ہے، دنیا کی بھی اور آخرت کی بھی۔ مولانا نے فرمایا کہ ہر حافظ قرآن کو تو اللہ کی طرف سے اجر عطا ہوتا ہی ہے، یہ کتنی بڑی سعادت کی بات ہے کہ حافظ قرآن کے والدین کے بھی درجات بلند کئے جائیں گے، اور آخرت میں انھیں بھی بڑا اجر عطا کیا جائے گا، اس موقع پر شعبہ حفظ کے فارغین کی دستار بندی کر کے صدر محترم کے دست مبارک سے انہیں سند فراغ دی گئی اور قرآن کریم کے نسخے بطور اعزاز عطا کئے گئے، قاری رفیع الدین القاسمی استاد شعبہ حفظ کی تلاوت اور مولانا حیدر اغوانی ندوی کی نعت پاک سے پروگرام کا آغاز ہوا جب کہ نظامت کے فرائض مفتی محمد عاشق پھلتی ندوی نے انجام دیئے، پروگرام میں ماسٹر محمد اسلم، سید جمال شعیب، محمد سرور، سید محمود الحسن، مفتی مجیب الرحمٰن، قاری مبشر قریشی، ماسٹر محمد اکرم، ماسٹر سعود احمد، ضیاء الرحمٰن، ماسٹر فیصل اور جامعہ کے اساتذہ وطلباء کے علاوہ فارغ ہونے والے طلباء کے سرپرستوں نے بھی شرکت کی، قاری نعمت اللہ ہاشمی، قاری رفیع الدین، قاری محمد اعظم اور قاری مدبر وغیرہ نے پروگرام کو کامیاب بنانے میں نمایاں کردار ادا کیا، حضرت داعی اسلام کی دعا پر یہ تقریب اختتام کو پہنچی۔

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

فقہی مسائل

مفتی محمد عاشق صدیقی ندوی

س: نماز تراویح کا کیا حکم ہے کیا صرف مسجدوں میں چند لوگ پڑھ لیں گے تو کافی رہے گا؟

ج: تراویح رمضان کی بہت اہم عبادت ہے جو ہر مسلم عاقل بالغ مرد وعورت پر سنت مؤکدہ ہے، لہٰذا جو افراد لوک ڈاؤن کی وجہ سے مسجد نہ جاسکتے ہوں وہ اپنے گھروں پر نماز تراویح ادا کریں

س: لوک ڈاؤن کی وجہ سے تراویح گھر پر جماعت سے پڑھیں، یا تنہا تنہا پڑھنا بہتر ہے؟

ج: اگر جماعت بنانا ممکن ہو تو بہتر ہے، ورنہ تنہا تنہا بھی پڑھ سکتے ہیں۔

س: کتنے لوگوں کی جماعت بن سکتی ہے؟

ج: عام فرض نمازوں کی طرح تراویح کی نماز کی جماعت بھی کم از کم دو لوگ مل کر کرسکتے ہیں جن میں ایک امامت کرے اور دوسرا مقتدی بن جائے۔

س: کیا موجودہ حالات میں ایسا کیا جاسکتا ہے کہ مسجد میں امام صاحب تراویح پڑھائیں اور مائک کنکشن یا آن لائن لائیو کے ذریعے امام صاحب کی آواز لوگ گھروں میں سن کر ان کی اقتدا میں تراویح پڑھ لیں؟

ج: امام کی اقتدا صحیح ہونے کے لئے امام کی آواز کا پہنچنا کافی نہیں بلکہ صفوں کا ملا ہوا ہونا بھی ضروری ہے، لہٰذا مسجد اور گھر کے درمیان اگر دو صفوں کا فاصلہ ہو، یا کوئی عام راستہ ہو یا اتنا فاصلہ ہو کہ ایک چار پہیہ گاڑی کی گزر جائے، تو ایسی صورت میں امام کی اقتدا درست نہ ہوگی، چونکہ عموماً گھر اور مسجد میں اتنا فاصلہ ہوتا ہی ہے اس لئے آن لائن لائیو، یا مائک کی آواز کے ذریعے گھروں میں مسجد کے امام کی اقتدا کرنا درست نہیں۔

س: کیا گھر میں تراویح پڑھنے کے لئے لازمی طور پر قرآن سنانے والے کا انتظام کرنا چاہئے؟

ج: جی نہیں! اگر بآسانی ممکن ہو تو مکمل قرآن کریم کے ساتھ تراویح پڑھیں، ورنہ سورۃ تراویح پڑھیں، پس جو حضرات موجودہ صورتحال کی وجہ سے تراویح میں قرآن نہ سن سکیں، وہ مایوس نہ ہوں انہیں اپنی نیت کے سبب انشاءاللہ پورا ثواب ملے گا۔

س: تراویح میں قرآن مکمل کرنے کی شرعاً کیا حیثیت ہے، آیا ایک سے زائد مرتبہ بھی تراویح میں قرآن ختم کیا جاسکتا ہے؟

ج: تراویح میں ایک بار مکمل قرآن کریم ختم کرنا سنت ہے، جبکہ ایک سے زائد مرتبہ قرآن کریم ختم کرنا باعث سعادت اور ثواب ہے۔ عَنِ الْحَسَنِ قَالَ مَنْ اَمَّ النَّاسَ فِیْ رَمَضَانَ فَلْیَأْخُذْ بِهِمُ الْیُسْرَفَاِنْ کَانَ بَطِیْءَ الْقِرَائَةِ فَلْیَخْتِمِ الْقُرْآنَ خَتْمَةً وَاِنْ کَانَ قِرَائَةً بَیْنَ ذٰلِکَ، فَخَتْمَةً وَنِصْفاً وَاِنْ کَانَ سَرِیْعَ الْقِرَاءَ ةِ فَمَرَّتَیْنِ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص222 باب فی صلاۃ رمضان)

ترجمہ: حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو شخص رمضان میں لوگوں کو نماز تراویح پڑھائے وہ ان سے آسانی کا معاملہ کرے، اگر اس کی قرأت آہستہ ہو تو ایک قرآن کریم کا ختم کرے، قرأت کی رفتار درمیانی ہو تو ڈیڑھ اور اگر تیز قرأت کرسکتا ہو تو پھر دو بار قرآن کا ختم کرے۔

قَالَ الْاِمَامُ الْفَقِیْهُ مُحَمَّدُ بْنُ عَلِیٍّ الْحَصْکَفِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهِ: (وَالْخَتْمُ) مَرَّةً سُنَّةٌ وَمَرَّتَیْنِ فَضِیْلَةٌ وَثَلَاثًا اَفْضَلُ (وَلَایُتْرَکُ) الْخَتْمُ (لِکَسْلِ الْقَوْمِ) • خلاصۂ کلام یہ ہے کہ جتنا زیادہ سے زیادہ قرآن پڑھا اور سنا جاسکے اتنا ہی بہتر

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

ہے۔(الدرالمختار للحصکفی: ج 2ص 601 کتاب الصلاة، مبحث صلاة التراويح)

س:حکومت اور محکمہ طب کی جانب سے کورونا بیماری کی وجہ سے لوگوں کو جسمانی فاصلہ بنائے رکھنے کے لئے کہا گیا ہے،تو کیا جماعت سے نماز پڑھتے وقت تھوڑے فاصلہ سے صف میں کھڑا ہونا جائز ہوگا؟

ج:دوران نماز صفوں میں مل کر کھڑے ہونے کی احادیث میں بڑی تاکید آئی ہے،اس لئے صف میں مل مل کر کھڑا ہونا سنت ہے،لیکن موجودہ حالات میں چونکہ حکومت و شعبہ صحت نے سوشل ڈسٹینسنگ کو کورونا وائرس سے بچنے کا ایک مؤثر ذریعہ بتایا ہے، اس لئے موجودہ حالات میں اس کی اجازت ہے کہ ایک ایک دو ہاتھ کے فاصلے سے کھڑے ہوکر جماعت سے نماز پڑھ لیں،لیکن عام حالات میں ایسا کرنا خلاف سنت ہوگا۔

ثم إن تَسوية الصفوف من سُنة الصلاة عند أبی حنيفة ومالک والشافعی، وزعم ابن حزم أنه فرض، لأن إقامة الصلاة فرض، وما كان من الفرض فهو فرض، قال عليه السلام: "فإن تسوية الصف من تمام الصلاة ."قلنا: قوله: "فإنه من حُسن الصلاة " يدل على أنها ليُست بفرضِ، لأن ذلک أمر زائد على نفس الصلاة، ومعنى قوله: " من تمام الصلاة ": من تمام كمال الصلاة، وهو – أيضاً– أمر زائد، فافهم ."
(شرح ابی داؤد للعینی)

س:تراویح کی ہر چار رکعات کے بعد تسبیح تراویح پڑھنا کیسا ہے؟

ج:نماز تراویح میں ہر دو ترویحہ کے درمیان نمازی کو اختیار ہے چاہے تو تسبیح کرے، چاہے حمد و ثنا کرے اور اگر چاہے تو سکوت اختیار کرے اور اگلی رکعات کا انتظار کرے۔

قَوْلُهُ: وَيَجْلِسُ بَيْنَ كُلِّ تَرْوِيحَتَيْنِ مِقْدَارَ تَرْوِيحَةٍ وَذَلِکَ مُسْتَحَبٌّ وَهُمْ بِالْخِيَارِ فِي ذَلِکَ الْجُلُوسِ إنْ شَائُوا يُسَبِّحُونَ أَوْ يُهَلِّلُونَ أَوْ يَنْتَظِرُونَ سُكُوتًا)
الجوهرة النيرة: ص385

ترجمہ:تراویح کی چار رکعت کے بعد بیٹھنا: یہ مستحب ہے اور نمازیوں کو اختیار ہے چاہیں تو اس بیٹھنے کے دوران تسبیح کرتے رہیں، لاالہ الا اللہ کا ورد کرتے رہیں، یا محض خاموش بیٹھے رہیں۔

س: حافظ قرآن اگر نہ ملے تو کیا تراویح میں قرآن کریم دیکھ کر پڑھنا جائز ہے؟

ج:تراویح میں قرآن پاک دیکھ کر پڑھنا جائز نہیں۔لہٰذا اگر کوئی حافظ قرآن نہیں ملے تو امام کو جتنا قرآن یاد ہے اسی میں سے پڑھے، یا پھر سورۃ تراویح یعنی "الم ترکیف" سے پڑھنے پر اکتفاء کرے۔عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: نَهَانَا أَمِيرُ الْمُؤْمِنِينَ عُمَرُ رَضِيَ اللهُ عَنْهُ أَنْ نَؤُمَّ النَّاسَ فِي الْمُصْحَفِ
(کتاب المصاحف لابن ابی داؤد:ص711 باب ہل یؤم القرآن)

ترجمہ:حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں: امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ہمیں منع فرمایا کہ ہم امام بن کر قرآن پاک دیکھ کر پڑھائیں۔

عَنْ مُجَاهِدٍ أَنَّهُ كَانَ يَكْرَهُ أَنْ يَؤُمَّ الرَّجُلُ فِي الْمُصْحَفِ (مصنف ابن ابی شیبۃ: ج5 ص89 باب من کرہ ای الامامۃ بالقرائۃ فی المصحف)

ترجمہ:حضرت مجاہد رحمہ اللہ اس بات کو ناپسند فرماتے تھے کہ آدمی امام بنے اور قرآن دیکھ کر پڑھائے۔

س:امام تراویح نے دو رکعت پر قعدہ نہیں کیا چار رکعت پوری کرکے سجدہ سہو کیا اور سلام پھیرا تو نماز ہوگئی یا اعادہ کرے؟

ج:تراویح کی دو رکعتیں ہوئیں اور دو رکعت نفل ہوگئیں۔
لکن صححوا فی التراويح انه لو صلاها كلها بقعدة واحدة وتسليمة انها تجزی عن ركعتين فقد اختلف التصحيح
(شامی ص ۲۵۶ ج ا باب الوتر والنوافل بحث المسائل التسعۃ عشریۃ)

PDF Created by #Mohammad Yousuf Usman {e-Mail : purkhas@gmail.com} WhatsApp No.: +91 9412583371

آیئے! اپنی پیشانی اور جانماز کا فاصلہ ختم کر ڈالیں

آخری صفحہ

ہارون رشید عباسی خاندان کا پانچواں خلیفہ تھا‘ عباسیوں نے طویل عرصہ تک اسلامی دنیا پر حکومت کی لیکن ان میں شہرت صرف ہارون رشید کو نصیب ہوئی، ہارون رشید کے دور میں ایک بار بہت بڑا قحط پڑ گیا، اس قحط کے اثرات سمرقند سے لے کر بغداد تک اور کوفہ سے لے کر مراکش تک ظاہر ہونے لگے، ہارون رشید نے اس قحط سے نمٹنے کے لئے تمام تدبیریں آزما لیں‘ غلّے کے گودام کھول دیئے‘ ٹیکس معاف کر دیئے، سرکاری لنگر خانے قائم کر دیئے اور تمام امراء اور تاجروں کو متاثرین کی مدد کیلئے موبلائز کر دیا، لیکن اس کے باوجود عوام کے حالات ٹھیک نہ ہوئے۔ ایک رات ہارون رشید شدید ٹینشن میں تھا، اسے نیند نہیں آ رہی تھی، اس عالم میں اس نے اپنے وزیر اعظم یحییٰ بن خالد کو طلب کیا، یحییٰ بن خالد ہارون رشید کا استاد بھی تھا، اس نے بچپن سے بادشاہ کی تربیت کی تھی، ہارون رشید نے یحییٰ بن خالد سے کہا ”استاد محترم آپ مجھے کوئی ایسی داستان سنائیں جسے سن کر مجھے قرار آ جائے“، یحییٰ بن خالد مسکرایا اور عرض کیا ”بادشاہ سلامت میں نے اللہ کے کسی نبی کی حیات طیبہ میں ایک داستان پڑھی تھی، آپ اگر اجازت دیں تو میں وہ داستان آپ کے سامنے دہرا دوں“ بادشاہ نے بے چینی سے فرمایا ”یا استاد فوراً فرمایئے میری جان حلق میں اٹک رہی ہے“، یحییٰ خالد نے عرض کیا ”کسی جنگل میں ایک بندریا سفر کیلئے روانہ ہونے لگی‘ اس کا ایک بچہ تھا‘ وہ بچے کو ساتھ نہیں لے جا سکتی تھی چنانچہ وہ شیر کے پاس گئی اور اس سے عرض کیا ”جناب آپ جنگل کے بادشاہ ہیں‘ میں سفر پر روانہ ہو رہی ہوں‘ میری خواہش ہے آپ میرے بچے کی حفاظت اپنے ذمہ لیں“ شیر نے حامی بھرلی‘ بندریا نے اپنا بچہ شیر کے حوالے کر دیا‘ شیر نے بچہ اپنے کندھے پر بٹھا لیا‘ بندریا سفر پر روانہ ہو گئی‘ اب شیر روزانہ بندر کے بچے کو کندھے پر بٹھاتا اور جنگل میں اپنے کام کرتا رہتا، ایک دن وہ جنگل میں گھوم رہا تھا کہ اچانک آسمان سے ایک چیل نے ڈائی لگائی‘ شیر کے قریب پہنچی‘ بندریا کا بچہ اٹھایا اور آسمان میں گم ہو گئی‘ شیر جنگل میں بھاگا دوڑا لیکن وہ چیل کو نہ پکڑ سکا“، یحییٰ خالد رکا‘ اس نے سانس لیا اور خلیفہ ہارون رشید سے عرض کیا ”بادشاہ سلامت چند دن بعد بندریا واپس آئی اور شیر سے اپنے بچہ کا مطالبہ کر دیا۔ شیر نے شرمندگی سے جواب دیا‘ تمہارا بچہ تو چیل لے گئی ہے‘ بندریا کو غصہ آ گیا اور اس نے کہا ”تم کیسے بادشاہ ہو‘ ایک امانت کی حفاظت نہیں کر سکے‘ تو اس سارے جنگل کا نظام کیسے چلاؤ گے“ شیر نے افسوس سے سر ہلایا اور بولا ”میں زمین کا بادشاہ ہوں‘ اگر زمین سے کوئی آفت تمہارے بچے کی طرف بڑھتی تو میں اسے روک لیتا لیکن یہ آفت آسمان سے اتری تھی اور آسمان کی آفتیں صرف آسمان والا روک سکتا ہے“، یہ کہانی سنانے کے بعد یحییٰ بن خالد نے ہارون الرشید سے عرض کیا ”بادشاہ سلامت قحط کی یہ آفت بھی اگر زمین سے نکلی ہوتی تو آپ اسے روک لیتے‘ یہ آسمان کا عذاب ہے‘ اسے صرف اللہ تعالیٰ روک سکتا ہے، آپ اسے رکوانے کیلئے بادشاہ نہ بنیں‘ فقیر بنیں‘ تو یہ آفت رک جائے گی“۔

دنیا میں آفتیں دو قسم کی ہوتی ہیں‘ آسمانی مصیبتیں اور زمینی آفتیں، آسمانی آفت سے بچنے کیلئے اللہ تعالیٰ کا راضی ہونا ضروری ہوتا ہے جبکہ زمینی آفت سے بچاؤ کیلئے انسانوں کا متحد ہونا‘ وسائل کا بھرپور استعمال اور حکمرانوں کا اخلاص درکار ہوتا ہے۔ یحییٰ بن خالد نے ہارون رشید کو کہا تھا ”آسمانی آفتیں اس وقت تک ختم نہیں ہوتیں جب تک انسان اپنے رب کو راضی نہیں کر لیتا‘ آپ اس کا مقابلہ بادشاہ بن کر نہیں کر سکیں گے، آپ فقیر بن جایئے، اللہ کے حضور گر جایئے‘ اس سے توبہ کیجئے‘ اس سے مدد مانگئے“۔ دنیا کے تمام مسائل اور ان کے حل کے درمیان صرف اتنا فاصلہ ہوتا ہے جتنا ماتھے اور جائے نماز میں ہوتا ہے، لیکن افسوس، ہم اپنے مسائل کے حل کیلئے سات سمندر پار تو جا سکتے ہیں لیکن ماتھے اور جائے نماز کے درمیان موجود چند انچ کا فاصلہ طے نہیں کر سکتے، اگر واقعی ہم موجودہ حالات کے حل کے سلسلہ میں سنجیدہ ہیں تو آیئے ارحم الراحمین اکرم الاکرمین کی بارگاہ میں، مغفرت عامہ، عفو تامہ اور جود وعطا کے جشن شاہی کا موسم بہار شروع ہو گیا ہے، ہم نے صرف اور صرف اپنے گناہوں اور کالے کرتوت کی پاداش میں اپنے رب کے غضب اور قہر کو اپنے اوپر مسلط کیا ہے، اللہ کے اس عذاب کرونا سے لڑنے کا خبط چھوڑ کر، مغفرت عامہ کی باد بہاری اور قبولیت دعا کے اس سیزن میں، جب رب کائنات کی طرف سے ہر رات بلکہ ہر آن اعلان عام ہو رہا ہے، ہے کوئی توبہ کرنے والا جس کی توبہ قبول کی جائے؟ ہے کوئی مغفرت چاہنے والا جس کی مغفرت کی جائے؟ ہے کوئی مانگنے والا جس کی دعا قبول کی جائے؟ ہم سب فقیر بن کر پیشانی اس کے حضور رکھ کر اس آسمانی آفت سے، اس آسمان والے رب کو منا کر نجات حاصل کریں اور اس ذات عالی کی نگاہ قہر کو نظر رحمت میں تبدیل کرا لیں۔ ●●●●

مولانا محمّد کلیم صدیقی

پی۔ڈی۔ایف۔#محمد یوسف عثمان